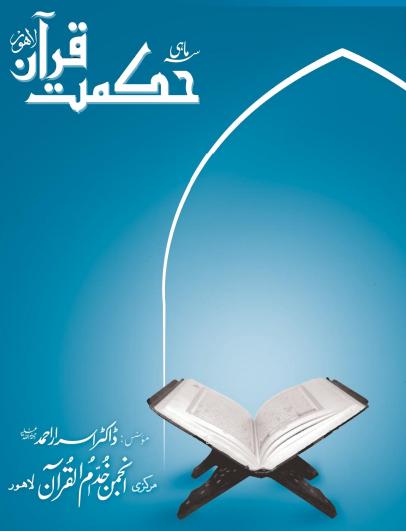
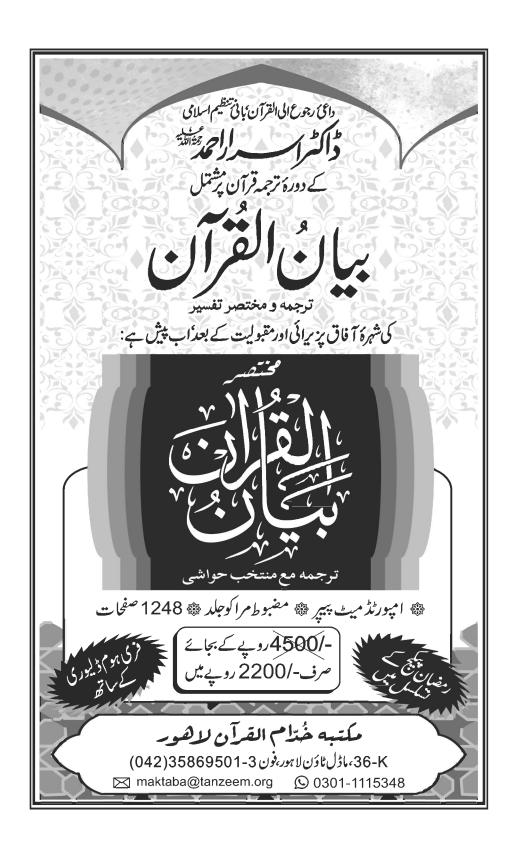
امخرم الحرام\_رئیجالاوّل ۱۳۳۷ھ جولائی سِتمبر۲۰۲۲ء







شارة

جلدسهم

جولائی ستمبر۲۰۲۶ء

محرم الحرام \_ربيع الاوّل ٢٩٨١١ه

بیساد:

دُاكْرُ مُحدر فِع الدين \_ دُاكْرُ السرار مِيْنَانَانَا - واكثر محدر فيع الدين \_ واكثر السرار من المنافقة

مەرىسئول: ۋاكٹرعارف رىشىد

سير:

مجلس ارت: حافظ عاكف سعيد - حافظ عاطف وحيد پروفيسرمحديونس جنجوعه ـ مؤمن محمود پروفيسرحافظ قاسم رضوان

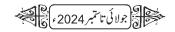
ر (۵۰۰ و مار

حافظ خالدتجمودخضر

يج ازمطوعات من من من المنظوعات المنظوعات المنظوعات المنظوع ال

# اِسشمارےمیں

| حرفِ اوّل                                |                                   |    |
|--|-----------------------------------|----|
| يس چه بايد كردا بے مسلمانانِ عالم!       | ڈ اکٹر ابصاراحمہ                  | 3  |
| تذكّروتدبّر                              |                                   |    |
| مِلاكُ التأويل <sup>(٣٧)</sup>           | ابوجعفراحمه بن ابراهيم الغرناطي   | 11 |
| فهم القرآن                               |                                   |    |
| تر جمهٔ قر آن مجید، مع صر فی ونحوی تشریح | پروفیسرحافظاحمہ یارؓ              | 24 |
| فلسفهوتصوّف                              |                                   |    |
| رساله 'ظهور العدم بنور القدم "           | مولا نااشرف على تھانويؒ/مکرممحمود | 35 |
| فكرونظر                                  |                                   |    |
| ہمارےعقا کد پرجدید تعلیم کےاثرات         | پروفیسر ڈ اکٹررشیدارشد            | 45 |
| تعليموتعلّم                              |                                   |    |
| مباحث عقيره (١٩)                         | مؤمن محجمود                       | 60 |
| كتابنما                                  |                                   |    |
| تعارف وتبصره                             | اداره                             | 76 |
|  |                                   |    |
| MESSAGE OF THE QURAN                     | Dr. Israr Ahmad                   | 96 |







# يس چه بايدكردا مسلمانان عالم!

#### ڈاکٹرابصاراحمہ

ڈیڑھدو ماہ قبل شعبہ ادارت ماہ نامہ''تر جمان القرآن'' کی جانب سے درج ذیل سوال چنیدہ اصحاب کو بھیج کررا ہنمائی کی خواہش کی گئی:

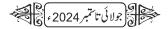
'' عصرِ حاضر میں ایک جانب مسلم اکثریتی ملکوں میں اور دوسری طرف مسلم اقلیتی ممالک میں اسلامی احیاء کے لیے کون کون سے فکری اور عملی اقدامات کیے جانے چاہئیں؟'' پیچی مدان راقم کا جوابی مراسلہ قارئین'' حکمتِ قرآن'' کے مطالعہ کے لیے پیش خدمت ہے:

نائب مدیر جناب سلیم منصور خالد نے تاریخ کے اوراق پلٹتے ہوئے کھا ہے کہ ماہ نامہ 'تر جمان القرآن' بیسویں صدی میں بلند پایہ اسلامی مفکر سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؓ (۱۹۰۳-۱۹۷۹ء) نے مارچ ۱۹۳۳ء میں جاری کیا۔اس رسالے نے گزشتہ ۹۱ برسول میں علمیٰ فکری اور عملی سطح پر مسلم اُمّت کی را ہنمائی کی ہے۔آج بہتاریخی ماہ نامہ معروف اسلامی دانشور اور محقق پر وفیسر خور شیداحمد کی ادارت میں شائع ہور ہاہے۔مولا نامودودی نے اس ماہ فاہ نامہ میں اپنے اسلامی افکار کو پیش کرنے کے ساتھ لگ بھگ ایک دہائی بعد اصولی احیائی تحریک 'جماعت ماہ نامہ میں اپنے اسلامی افکار کو پیش کرنے کے ساتھ لگ بھگ ایک دہائی بعد اصولی احیائی تحریک 'جماعت اسلامی' کی تاسیس کی' جو تادم تحریر برصغیر کے تینوں مما لک میں قائم اور فعال ہے۔قبل تقسیم اور پاکتان میں آٹھ دہائیوں کے دوران جماعت اسلامی فکری اور عملی اعتبار سے جن تبدیلیوں سے دوچار ہوئی ہے' اس کا ہلکا ساتنقیدی جائزہ راقم نے 'دوران جماعت اسلامی فکری اور عملی اعتبار سے جن تبدیلیوں سے دوچار ہوئی ہے' اس کا ہلکا ساتنقیدی خط میں جماعت کا تذکرہ بالکل ہی گول کر دیا۔ اسے صرف غیرشعوری تسامح پر تو ہرگز محمول نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں اصغر گونڈ وی کا شعرصورت حال کی صحح عکاسی کرتا نظر آتا ہے:

نمودِ جلوہ بے رنگ سے ہوش اس قدر گم ہیں کہ پیچانی ہوئی صورت بھی پیچانی نہیں جاتی

چلیے اگر آپ نے صرف علمی ، فکری اور مسلم اُمّت کی فکری ونظری را ہنمائی تک محدود رہنا ہے تو وابستگانِ فکرِ مودودی کے زیرِ انتظام یا کستان کی حد تک جود وادار ہے اس کا م کے لیے وقف ہیں' ان کا جائز ہ لے لیتے ہیں۔

🖈 خصوصی شاره سه ما ہی'' حکمتِ قرآن''جنوری-جون ۲۰۲۳ (صفحات ۸۸-۸۳)





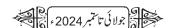


ستمبر ۱۹۲۳ء کوکرا چی میں اسلامک ریسر چاکیڈی کی افتتا حی تقریب میں تقریر کرتے ہوئے مولانا نے اکیڈی کے اغراض و مقاصد کے ضمن میں اہل مغرب کے مادی فلسفہ حیات کی تفہیم و تغلیط پر زور دیا اور مادر پدر آزاد جدیدیت کے طلسم کوتوڑنے کا عندید یا۔ اکیڈی نے متعدد کتا ہیں اور تحقیقی علمی جرا کد بھی با قاعد گی سے شاکع کیے ہیں۔ جرا کد بھی پندرہ روزہ ''معارف فیچ' راقم دلچپی سے دیکھا اور اس کے مشمولات کومفید اور معلومات افزایا تا ہے۔ اسلامک ریسر چاکیڈی نے ۲۰ سالہ ملمی نگارشات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایک یا دگاری مجلہ ''عصر حاضر میں اسلامی تہذیب کی علمی واد بی جہیں' حال ہی میں شاکع کیا ہے جس کے مرتب ڈاکٹر خالدامین ہیں۔خاکسار کی رائے میں میں میں شاکع کیا ہے جس کے مرتب ڈاکٹر خالدامین ہیں۔خاکسار کی رائے میں میں محولہ بالاسوال اس اکیڈی سے وابستہ ریسر چسکالرز اور محققین کے سپر دایک commisioned assignment کے طور پر کیا جانا جا ہے۔

دوسراادارہ جونائب امیر جماعت اسلامی پروفیسرخورشید احمد صاحب نے خود ذاتی دلچیں سے اسلام آباد میں قائم کیاوہ انسٹیٹیوٹ آف پالیسی سٹریز (IPS) ہے۔ صدر ضاء لحق کے زمانے میں پروفیسر صاحب کے پاس کچھ عرصے کے لیے سینیٹر ہونے کے علاوہ وزارت بھی رہی اور ۱۹۸۰ء اور ۱۹۹۰ء کی دہائیوں میں ان کا شار ہائی پروفائل influencers میں رہا ہے۔ اس ادار سے بھی توقع بھی کہوہ گلوبل جیو پولیٹکل معاملات کے ساتھ اسلام کی نظریاتی اساسات اور اقدار کو بھی نمایاں کرنے میں حصہ لے گا۔ البتہ راقم کی رائے میں بیادارہ چند ریخنل ssues پر خدا کرات اور مباحث تک محدود رہا ہے جبکہ دوسری جانب اسلام کا بھی مغربی دنیا کے مقتدر طنقوں اور اکیڈ بیمیا کے لیے قابلی قبول سوفٹ آئے پیش کرنے کی کوشش کی گئی۔

سوال پرمشمل مخضر تحریر میں جناب سلیم منصور خالد نے جہاں ایک طرف عالمی سطح پرمسلمانوں کی محکومیت اور بیچارگی کا رونا رویا ہے تو دوسری جانب خود مسلمانوں میں فکری تضادات اور انتشار کے بحران کا ذکر بھی کیا ہے۔ راقم کی رائے میں محتر م نائب مدیر کا بیانداز عصر رواں میں عمومی طور پر پائے جانے والے culture of کے مناسب متابع کی رائے میں محتر م نائب مدیر کا بیانداز عصر رواں منصوص دینی تعلیمات سے مجوبی کا نتیجہ ہے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ بید دنیا ''دار تکلیف'' ہے۔ اس دنیا کی زندگی میں ہمیں مکلّف کھہرایا گیا ہے 'یعنی شرعی تکالیف (جمعنی فرائض و واجبات ) ہم پرلازم ہیں اور ان پرحتی المقدور ممل کے حوالے سے ہم سے آخرت میں باز پُرس ہوگی۔

تاریخ اسلامی کے آغاز ہی ہے ہمارے دینی اساطین واسلاف حق کے ساتھ تمسک اور اعتزاز بالدین کی اہمیت اُجا گرکرتے رہے ہیں۔ خلق قرآن کے مسئلہ پر جب امام احمد بن خلبل بیسیّن کو' محنة'' (inquisition) کے دوران سخت ترین حکومتی تشدد و تعذیب کا نشانہ بنایا گیا تو پھے مسلمانوں نے افسوس کے ساتھ امام سے کہا: اُو لا تری الحق کیف ظہر علیه الباطل (کیا آپ دیکھے نہیں باطل کیسے حق پر غالب آگیا)؟ اس موقع پر امام احمد بن ضنبل بیسیّن کا جواب سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ آپ نے فر مایا:







كلا، ان ظهور الباطل على الحق ان تنتقل القلوب من الهدى الى الضلالة، وقلوبنا بعد لازمة للحق

''باطل کاحق پرغلبہ اورتسلط تب ہوتا ہے جب قلوب وا ذہان ہدایت سے گمراہی کی جانب منتقل ہوجا ئیں۔ ( در آں حالیکہ ) ہمارے دل اب بھی حق کے ساتھ چیٹے اور جڑے ہوئے ہیں۔''

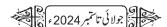
چنانچہاصل تشویش ناک صورت حال وہ ہے کہ جس میں حق انسان کے قلب میں مغلوب ہو جائے 'ایمان متزلزل اور اعتزاز باللدین برائے نام رہ جائے۔اسلام کے غلبے اور فر ماں روائی کے سلسلے میں ہمارے اکابر کا ایک اہم قول بھی ملتا ہے جواز حد ہمت افزاہے:

دولة الباطل ساعة، دولة الحق الى قيام الساعة

''باطل کی قیادت وغلبہ تھوڑے وقت کے لیے جب کہ حق کی سربلندی اور فرماں روائی قیامت تک کے لیے ہے۔''

اسی مفہوم کوشاہ عبدالقادر بھی نے اپنے ترجمہ قرآن میں سورۃ الفتح کی آیت ۲۸ میں ''اظہارِ دین' کی وضاحت کرتے ہوئے نوائد میں تحریر کیا ہے کہ اسلام کا غلبہ ظاہر میں بھی ایک مدت رہااور بیدلیل سے ہمیشہ غالب ہے۔ تہذیب جدید بگٹ نے ازادی کے نشخے میں ایسی پھور ہوئی ہے کہ اجتماعی زندگی کے دائمی آئین اس کی نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ انسان کی آزادیاں اس کی مصیبت کا سبب بن گئین' اس لیے کہ وہ فطری حدود سے متجاوز ہوگئیں۔ انفرادیت بیندی کے ڈانڈے عمرانی اور سیاسی نقطۂ نظر سے نراج (anarchy) اور عدم اقرار مولات و مملکت و معاشرت کی ذمہ داریوں کوڈھکوسلا بتا تا ہے۔

جدید مغربی فلفه وقکر کا گہرا تنقیدی مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے ہاں اخلاق و تہذیبی اقدار کی مابعد الطبیعی بنیاد (anchoring) کا اب کوئی تصور نہیں رہا۔ پولینڈ کے فلسفی زگمنٹ باؤمین کی کتاب المبعد الطبیعی بنیاد (anchoring) کا اب کوئی تصور نہیں رہا۔ پولینڈ کے فلسفی زگمنٹ باؤمین کی کتاب Fragments (عکر وں میں بٹی زندگی ) بتاتی ہے کہ پورپ اور امر میکہ میں پڑھے لکھے لوگ ذہنی طور پر ایک خلا (void) اور انکارگل (nihilism) میں زندگی بسر کرر ہے ہیں۔ راگ رنگ اور فری سیس کے پاپور کلچر نے عوام و خواص سب کو اپنی گرفت میں لیا ہوا ہے۔ گریکورومن فکر اور عیسائیت کی وجود اور کا نئات کے حوالے سے بنیادی روحانی تعبیر کو ترک اور معامن اور بین الانسانی نام نہا دعلق کو یکسر تبدیل کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اب وہاں انسان ہونا خود معرضِ خطر میں ہے اور بہت سے اندازِ تعلق کو یکسر تبدیل کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اب وہاں انسان ہونا خود معرضِ خطر میں ہائیڈیگر ناسا کا چیف نام نہا دعلی مقالے اور کتابیں پوسٹ ہیومن سینار پوسے متعلق شائع ہور ہی ہیں۔ جرمن فلسفی ہائیڈیگر ناسا کا چیف سائمن رامو Husserl امریکی نفسیات وان اور سوشل نقادا یرک فروم ہر بر برٹ مارکوز کے فلسفہ روشن خیالی کو خرافات قرار سائم کتاب کا مطالعہ مغرب کے فلسفہ روشن خیالی کو خرافات قرار کا مم کتاب کا مطالعہ مغرب کے فلسفہ روشن خیالی کو خرافات قرار کا جسل کتاب کا مطالعہ مغرب کے فلسفہ روشن خیالی کو خرافات قرار کی کتاب کا مطالعہ مغرب کے فلسفہ روشن خیالی کو خرافات قرار

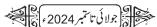






دیتا ہے۔عصرِ حاضر میں مطلقیت اور آفاقیت ہے، معنی ہوکر رہ گئے ہیں۔ امریکی فلنفی ایڈم کرش The Revolt Against Humanity: Imagining a Future without Us کہ انسان کے مشمولات اس ضمن میں از حد چشم کشا اور ماہوں کن ہیں۔ مشل فوکو (فر انسیبی دانشور) کا تو خیال ہے کہ انسان و ڈیڑھ دوسوسال میں صفحہ ستی سے غائب (erase) ہوجائے گا۔مغربی مفکرین کا خیال ہے کہ چونکہ انسان نے گزشتہ تاریخی ادوار میں نیچر اور حیوانی انواع کے ساتھ منفی روبیا ختیار کیا' چنانچہ اب اس کا بہاں سے ہٹ جانا اور خان نے ہوجانا ہی بہتر ہے۔ اس پوزیش کووہ Anthropocene Anti-humanism کا نام دیتے ہیں۔ چنانچہ ''انسانیت' ہی کے تصور اور تعین کو بدلنا از حدضر وری ہے۔ یعنی ہمیں ''انسان' کے اس پورے تصور کونٹی دیتا ہوگا جو تمام مبنی برومی ادبیان اور عرفانی لڑیچر میں مذکور ہے۔ آزادی' ڈویلپہنٹ' پروگریس اور لامتنا ہی سائمنی اور گئالوجیکل ترقی کے ساتھ اب موت کو بھی خلست دینے کا دعوی ہے اگر چہ اس میں میں بھی ہیں جنہوں نے شینالوجیکل ترقی کے سہرحال دوسری جانب مغرب ہی میں بعض ایسے بنجیدہ فکر اور علمی تجربہ و تحلیل کے مفکرین ہی ہیں جنہوں نے متعدد داہم تصانیف میں مغرب ہی میں معرب ہی میں معدد دوسرے تہذیب حاضرے نقاد مصنفین کے ساتھ کا میا اس انسانیت کے لیا انہائی مفی بھی قرار دیا ہے۔ ان میں متعدد دوسرے تہذیب حاضرے نقاد مصنفین کے ساتھ کارل آرٹرو مین اور خوان گرے سے از الدسم (disillusionment) کا کھل کرا ظہار کر سے ہیں۔ مزید برآن ' جیومن کنڈیشن' کی گھرل اور نفسیاتی ناہموار یوں کے بارے میں خت ذہنی کرب اور تشویش میں۔ مزید برآن ' جیومن کنڈیشن' کی گھرل اور نفسیاتی ناہموار یوں کے بارے میں خت ذہنی کرب اور تشویش

راقم کا خیال ہے کہ اب مغرب میں اکیڈیمیا کے پھھا علی حلقوں میں بنیادی علمی سوالات کو وجودی اور روحانی تناظر (perspective) میں دیکھنے کا رجحان بھی پیدا ہور ہا ہے۔ اس سلسلے میں یورپ اورامریکہ کے مقامی اعلیٰ تعلیم یا فتہ حضرات وخوا تین کا بالخصوص حلقہ بگوشِ اسلام ہونا اور اسلامی مما لک میں طویل عرصہ قیام پزیر رہ کرد بنی علوم کو انتہائی محنت سے حاصل کرنا اور پھر اسلام کی حقانیت کو خصر ف اپنے آبائی خطوں بلکہ مین الاقوا می سطح پر پیش کرنا قابلِ غور ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وطن عزیز پاکستان اور پوری دنیا میں بالعموم قرآن وصنت کی تعلیمات کو اعلیٰ علمی سطح پر پیش کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ ہماراز مانہ دورِز وال اورغر بت اسلام کا دَور ہے۔ بانی الجمن خُدام القرآن و تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد بیشتی نے قرآن وسنت کی تعلیمات اپنے قہم کے مطابق نصف صدی سے زیادہ عرصہ پاکستان اور کئی غیر مما لک میں انتہائی پر جوش اور انقلاب آفریں انداز میں پھیلا کیں۔ دوسری جانب بعض اسلامی دعوتی و سیاسی جماعتیں جدیدیت کی تہذہ بی مرادات (پروگریس اوراقتصا دی فلاح) کو دوسری جانب بعض اسلامی دعوتی و سیاسی جماعتیں جدیدیت کی تہذہ بی مرادات (پروگریس اوراقتصا دی فلاح) کو منہیں صلے گا۔ ضرورت سطحی باتوں اور نعروں سے باہر نکل کردین متین کے ثوابت و محکمات کو سے عقید ہے کی روشن میں اس طرح پیش کرنے کی ہے کہ وہ مفہو مات سے اوپر اُٹھ کر وجودی و ایمانی احوال کے طور پر محسوں ہوں۔ میں اس طرح پیش کرنے کی ہے کہ وہ مفہو مات سے اوپر اُٹھ کر وجودی و ایمانی احوال کے طور پر محسوں ہوں۔





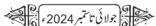


عصری ساجیات کے د قائق ومعارف پر گہری نظرر کھنے والے جناب حامد کمال الدین رقم طراز ہیں:

''……نظام سے توشر ایعت خداوندی بہال بہت پہلے فارغ کرائی جا چکی۔اب تو وہ ذہنوں سے کھر چ دی جانے لگی ہے۔''نظام'' کی بحثیں اٹھانے والے دی جانے لگی ہے۔''نظام'' کی بحثیں اٹھانے والے خدارا معاملے کی سیح پوزیشن کو سیمجھیں۔اس جنگ کا محاذ فی الوقع ''ساج'' ہے' نظام نہیں ہے۔ یعنی سیح معنوں میں ایک غربت اسلام جوہمیں در پیش ہے۔ یہاں آپ کو''تعلیم عقیدہ'' کی سطح پر آنا اور جاہلیت کے ساتھ ایک گراا اختلاف اٹھانا ہوگا۔ ایک''ساجی محاذ'' اٹھانے تک جانا ہوگا۔ اسے''ملتوں'' اور تہدیوں کی آویزش بنانا ہوگا۔مسلے کو''شرک اور توحید'' کی بنیاد پر لینا ہوگا' کیونکہ ہیومن ازم کے ساتھ فی الواقع ہمارااسی نوعیت کا مسلہ ہے۔اس سے کم سطح کا کوئی بھی علاج مرض کواور بھی تقویت دےگا۔''

مندرجہ بالاسطور کے مطابق جمارے اسلامی سیکٹر کو ایکٹوازم کے غیرمؤٹر افعال کو کم کر کے مؤٹر اور نتیجہ خیز مشاغل کی طرف جانا چاہیے۔ معاطے کو کسی ایک عدد''سیاسی سیکم' یا سالوں پر محیط' دفعلیمی و تربیتی پروگرام' میں محصور جاننا نتائج کے اعتبار سے سخت مایوس کن رہا ہے۔ ہمیں سیکولرازم' ہیومن ازم اور جدیدیت یا بالفاظ دیگر ''ایمان بمقابلہ کفز' کے مباحث کو فرد سے افراد اور ساج تک پھیلانے کی ضرورت ہے۔ اوّل الذکر سیاسی الکٹوازم اور مؤخر الذکر دعوتی وعلمی وتعلیمی فعالیت میں جو ہری تنوع ہے۔ پُر جوش نقار پر کے بجائے علمی واصلاحی الکٹوازم اور مؤخر الذکر دعوتی وعلمی وتعلیمی فعالیت میں افراد میں پائیدار ذہنی قبلی تبدیلی لانے جبکہ ساج میں دین اور عبالس اور حلقات کا اہتمام اُمّت کی روایت میں افراد میں پائیدار ذہنی قبلی تبدیلی لانے جبکہ ساج میں دین اور دین شعائر کے لیے ایک غلغلہ پیدا کرنے کا کارگرمنج رہا ہے۔ چنا نچہ یہ برادر محترم ڈاکٹر اسرار احد ؓ کے دروس قرآن کا کی کے ایک نفتہ میں دین اور قرآن کا کی کے اور ثین کا کردار ادا کرتے ہوئے دعوت و اشاعت قرآنی کا کام اپنے اپنے وارشی کی اور قرآن کا کی کام اپنے اپنے ملاقوں اور حلقوں میں کررہے ہیں۔فیلڈ الحمد والشکر!

محترم پروفیسرخورشیداحمر گزشته کئی دہائیوں سے انگلستان میں مقیم ہیں اور مغرب میں شاکع ہونے والی اہم کتابوں سے اغلبًا انہیں آگاہی دی جاتی ہوگی۔ راقم کا خیال ہے کہ وہ کورین نژاد دانشور اور سوشل تھیورسٹ بیان چل ہان (Byung Chull Han) کے فکر سے واقفیت رکھتے ہوں گے۔ بیفل فی عہد حاضر میں نیولبرل ازم کی بیٹل ازم اور ڈیجیٹل ٹیکنالوجیز کے نتیج میں ہونے والی نظاماتی تبدیلیوں اور انسانی صورت حال میں واقع ہونے والی نظاماتی تبدیلیوں اور انسانی صورت حال میں واقع ہونے والی نظاماتی تبدیلیوں اور انسانی صورت حال میں واقع ہونے والے انتخارات پر گہری نظر رکھتا ہے۔ ہان کا ایک مضمون Why Revolution is Impossible ہونے والے تغیرات پر گہری نظر در کھتا ہے۔ ہان کا ایک مضمون Today از حدا ہمیت کا حامل ہے۔ مسلمان امت میں احیائی کا م کرنے والوں کو اس کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔ بچھلی صدی میں جتی بھی انقلا بی تحریکات اٹھی ہیں 'دینی ہوں یا لادین' وہ جس نظام کو بدلنے کی خواہش مند ہیں' وہ بچھلی صدی میں جتی بھی انقلام کیا ہے؟'' کے سوال کا کوئی نہ کوئی جواب واضح طور پر اپنے بیان میں یا اپنے نصورات میں ایک درسسٹم یا نظام کیا ہے؟'' کے سوال کا کوئی نہ کوئی جواب واضح طور پر اپنے بیان میں یا اپنے نصورات میں ایک درسسٹم یا نظام کیا ہے؟'' کے سوال کا کوئی نہ کوئی جواب واضح طور پر اپنے بیان میں یا اپنے نصورات میں ایک







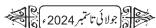
یوشیدہمفرو ضے کےطور پررکھتی ہیں۔المیہ ہیہہے کہا نہی بیانات یامفروضوں پرآج بھی معاملات اورتگ وتاز جاری ہے جبکہ سٹم کے تقلبات پر چنداں تو جنہیں دی گئی ۔حقیقت پیہے کہ انقلاب کا شوق تو آپ سے کچھ تقاضانہیں کر تالیکن انقلاب کا ذوق ندرت فکروعمل کا طالب ضرور ہے۔ ہان جدید ڈیجیٹل ماحول میں زیست کرنے والوں کو homo digitalis قرار دیتا ہے۔ ہرسٹم اینے devotional objects پیدا کرتا ہے۔ ڈیجیٹل عہد کا پی معروض''سارٹ فون'' ہےجس نے فر دکواندر باہر ہر دوطرح سے بدل دیا ہے۔اس وقت صورت حال ہیہ ہے کہ سارٹ فون کی سکرین پر ہروقت مادیت اورنفس پرتی پر مبنی تصاویراور شیطانی کلیجر کوفروغ دیا جارہا ہے۔ مادہ پرتی اورفخش مظاہر ومنا ظرلوگوں کے مزاج کا حصہ بن گئے ہیں ۔ان منا ظر سے بےشارنفسیاتی بیاریاں اور ہماری عائلی زندگی میں تلخیاں پیدا ہور ہی ہیں۔واقعہ رہے ہے کہ ہم ایک ایسے عہد میں جی رہے ہیں جواپنی تشکیلی ساخت میں متعد دعناصر وعوامل کا ماحصل اور مرہونِ منت ہے۔ کیچھ<sup>ع</sup>وامل وعناصر تاریخی ہیں اور ماضی بعید سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ کچھ عناصر کوظہور پزیر ہوئے زیادہ عرصہٰ ہیں ہوا۔ تاریخی عناصر میں روم ویونان کا کردار' قرونِ وسطی میں یائے جانے والے باطل عقائداور پُرتشددعمل'احیائے علوم' روشن خیالی' عقلیت اور اصلاحِ مذہب کی تحاریک سائنسی انڈسٹریل انقلاب ٔ انقلابِ فرانس وغیرہ ہیں جوتمام جغرافیا کی طوریر پورپ مرکز ہیں۔ان تمام عناصر کے مجموعی نتائج کوہم بعنوان'' جدیدیت'' معنون کرتے ہیں جس کی علمیت' مابعدالطبیعیات اورا قدارِ ماضی کی اکثر روایتوں سے نسبتِ تضاد رکھتی ہیں۔اس کے نتیجے میں ایک جدید انسان نے جنم لیا جواپنے تنیک خود آگاہ مگر حقیقتاً خودو خدا فراموش' خودمختار وخودمکتفی اور ماضی ہے قطعی مختلف شعورِخویش کا حامل تھا۔ آ فاق کا<sup>ح</sup>س کی شرط اور اساس پر جبکہ انفس کا جبلت کی بنایرا دراک کرتا تھا۔اس جدیدا نسان اوراس کےنظریات وتصورات کی پورپ سے ہمارے ہاں برآ مدیذر بعہاستعار (colonialism) ہوئی۔

عہدِ حاضر کی تشکیلی ساخت میں وہ عناصر جو چند دہائیوں سے معرض وجود میں آئے ہیں وہ انفار میشن وڈ یجیٹل ٹیکنالوجیز' سائیرسپیس اور اب مصنوعی ذہانت (AI) ہیں۔ ان کی آمد اپنے انثرات میں سب سے وسیع اور نفوذ و تا ثیر میں بہت گہراوا قعہ ہے۔ بیجد بدیت کا سب سے جدید مظہر ہے۔ جدیدیت نے جس طاقت اور معیشت کے نظام کوجنم دیا تھا اس کوسائیرسپیس کی صورت میں گھر میسر آگیا ہے۔ علم اور تعلق کا مطلب اور دروبست تبدیل ہوگیا ہے۔ جدید میدمعا نثروں میں دینی اور روایتی زندگی کے اگر کوئی امکانات تھے تو وہ بھی کم ہوتے جارہے ہیں۔

انسانی علوم' تعلقات' تہذیبی و ثقافتی مظاہر میں اعلیٰ و ادنیٰ 'بلندی وپستی' معیاری وغیر معیاری' اخلاقی و غیر اخلاقی کی تقسیم کومحفوظ رکھنے والے خطوط و معیارات اب دھندلاتے جا رہے ہیں۔ اس کو بعض فلسفی مابعد جدیدیت قرار دیتے ہیں' لیکن اصل بات میہ ہے کہ بیجدیدیت ہی کا تسلسل اور اس کے منطقی اور انتہائی نتا کج ہیں۔ حقیقت میہ ہے کہ بیالی مسلسل تغیر پذیر صورت حال ہے جس سے ہم سب دو چار ہیں اور ایک جال ہے جس کا







ہم شکار ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا حاضر وموجود صورت حال کی معرفت اور جدیدیت کے پچھے نسبتاً تازہ مظاہر کو بنائے تفہیم و تجزیہ قرار دیے بغیر حالات کی درست تفہیم اور صائب نظاماتی تجزیہ (systemic analysis) ممکن ہے؟ المیہ یہ ہے کہ جدیدیت کی ایک نسبتاً پرانی تفہیم پر کلی نظاماتی تحلیل و تجزیہ کی بنااستوار کی جاتی ہے۔ نظام کی سطح پر تعدیلی کو انقلاب قرار دینا ایک خاص تاریخی صورت حال کا نتیجہ ہے اور تاریخی مؤثر ات کی کار فرمائی اس میں واضح دکھائی دیت ہے۔ بجائے انقلاب اور تبدیلی کے ان تصورات جو اپنا ایک خاص تاریخی سیاق و سباق رکھتے ہیں کا استفاد مذہبی متون میں تلاش کیا جائے ۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انہیں اپنے عہد میں ہونے والے تغیرات سے متعلق رکھا جائے ۔ سٹم کی سطح پر ہونے والی تبدیلیوں انسانی نفس پر ہونے والی تا ثیرات اور طاقت و معیشت کے متعلق رکھا جائے ۔ سٹم کی سطح پر ہونے والی تبدیلیوں انسانی نفس پر ہونے والی تا ثیرات اور طاقت و معیشت کے اسلوب حیات سے متعلق ہو۔ دوسر لے نقطوں میں کہا جائے اور ایسا زندہ تناظر دریا فت کیا جائے جو حاضر و موجود اسلوب حیات سے متعلق ہو۔ دوسر لے نقطوں میں کہا جائے تو باطل کی نئی صورتوں اور ہمیکتوں کو زیر بحث لا یا جائے ۔ سالوب حیات سے متعلق ہو۔ دوسر لے نقطوں میں کہا جائے تو الیسا قبال نے اس شعر میں نما یاں کیا ہے : میں اسلوب حیات سے متعلق ہو۔ دوسر لے نقطوں میں کہا جائے تو اور ایسا قبال نے اس شعر میں نما یاں کیا ہے : میں اسلوب حیات سے جیاں بی سے ہے دشوار تر کار جہاں بین سے جو دشوار تر کار جہاں بین سے جو دشوار تر کار جہاں بین سے جو دشوار تر کار جہاں بین

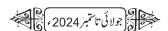
پچھلے صفحات میں کورین نژاد جرمن فلسفی بیان چل ہان کا ذکر نظاماتی تبدیلیوں اور انسانی صورت حال میں واقع تغیرات کے ضمن میں کیا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ 'مفصل وضاحت اور تحریکات کے لیے اس کی اہمیت قرآن اکیڈی (مرکزی انجمن خدام القرآن لا ہور) کے ذکی الحس' بیدار شعور اور نکتہ شنج نوجوان سکالرمکرم محمود نے اپنے ایک مفصل مضمون' نظاماتی تفہیم اور ہمہ گیر تحول کا مسکلہ' کی میں بڑی محنت اور ژرف نگائی کے ساتھ تحریر کی ہے۔ بیتح برنہایت فکر انگیز اور معلومات سے پُرہے۔ اس کا مطالعہ داعیانِ حق کے ذہن میں علمی بصیرت اور فکری عمق بیدا کرے گا۔

ہمارے جدیدیت گزیدہ اور مغرب پرست خواتین و حضرات کے علمی و ذہنی افق پر نظر ڈال لیجے۔ ان میں کثیر تعداد متداول علوم — سائنسی وسا جی علوم — پڑھے ہوئے ہیں'لین ساجی علوم و ہی جن کی ترتیب و تسوید مغربی مما لک کے دانشوروں نے کی ۔ چنانچے تہذیب و تمدن کے تمام مباحث میں لا دینیت والحادان کے اذہان کو مغربی مما لک کے دانشوروں نے کی ۔ چنانچے تہذیب و تمدن کے تمام مباحث میں لا دینیت والحادان کے اذہان کو اور کی گیا۔ وہ نظریات اور' گمانوں کے شکر'' اور محدود فکری پیرا ڈائم کے اندھیروں میں ٹا مک ٹو ئیاں مارتے ہیں اور' نیقین کا ثبات' ہمانہیں حاصل نہیں ہے۔ آزاد کی فکر اور جیومن ازم کے افکار سے متاثر ہوکر بیدانشور ہیں اور دیکھیے محسبے قرآن شارہ جولائی ۔ تمبر ۲۰۲۲ ، (صفحات ۲۵ – ۲۵ ) ۔ ان کی متعدد نگار شات ماہ نامہ ' البربان''

د یکھیے' حکمت قرآن' شارہ جولائی - ستمبر ۲۰۲۲ء (صفحات ۵۱-۹۵)۔ان کی متعدد نگارشات ماہ نامہ''البر ہان'' اور'' حکمت قرآن'' میں چھپنے والی بھی بہت وقیع اور لائق مطالعہ ہیں۔مندرجہ بالا چند پیرا گراف مکرم محمود کے مطالعات سے اخذ واستفادہ یر مبنی ہیں۔

🖈 "ساقی نامهٔ میں علامه اقبال کے شعر میں مستعمل الفاظ:

یمی کچھ ہے ساتی متاع فقیر گمانوں کے نشکر 'یقیں کا ثبات





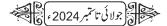


حضرات خبطِ عظمت کا شکار ہو گئے ہیں۔ کاش انہوں نے بھی کچھ دفت اور صلاحیت اپنے دین کے مطالع میں بھی صرف کی ہوتی' صرف کی ہوتی' تو انہیں معلوم ہوتا کہ مسلمان کی بنیادی شاخت مخلوق' عبداور تا بع فرمان وجود ہے جس کے ہرقول' عمل' نیت کا آخرت میں حساب لیا جائے گا۔ کتاب اللہ (قرآن کریم) اور شنتِ رسول سَلَّتْهَالِیَا ہمارے لیے دو انتہائی روشن ہدایت کی قندیلیں ہیں اور ہم ایمان ویقین اور اعمال صالح اور عبودیت کے ساتھ زندگی بسر کر کے آخرت کے دائمی انعام واکرام سے نواز ہے جاسکتے ہیں۔

برسرِ اقتدار طلقوں کی ترجیحات اور مجبوریوں سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم داعیانِ اسلام کو بہر حال اپنے حصے کا کام بھر پورانداز میں کرنا ہے اور دورِ جدید کے فتن کفر والحاد اور تشکیک وارتیاب کو گہرائی میں سبھے کر ابطال کرنا ہے۔ جدید تعلیم یافتہ اور جذبہ اسلامی کے حال افراد کے لیے قدیم ''علم الکلام'' کے اصول منہ اور مباحث سے تعارف حاصل کرنا از بس ضروری ہے۔ اسلام کی تہذیبی اور کلچرل شاخت وقوت جہاں ایک در جے میں مظاہر (وضع قطع 'لباس و آ داب مجلس) میں بھی ہے' اس کی اصل روح آ ایک جاندار عقید ہے (ایمان بالغیب) میں ہے اور والیا واضح 'ثابت اور محکم عقیدہ ہے جس کا اثبات ہمیں قر آن کریم کے ہر صفح پر ملتا ہے۔ پھراس کی پشت پر ایک کامل شریعت اور اُسورہ رسول صفح اُلی اُلہ تعالیٰ نے بے پناہ قوت اُخذ و تجزیہ سے نواز اُتھا' نیا کامل شریعت افر وز قالب عطا کر کے تجدید کی کارنامہ سرانجام دیا ہے اور ہمارا یہی تُر اَٹِ علمی مغربی وُسکورس کے غلیا اور ہمارے کا فلائزیشن اور ہمارے ملک میں اس کے بھیلا وُ اور اثر ات کا تو رُ کرسکتی ہے۔ داعیوں کی اعلیٰ علمی حیثیت وصلاحیت ہی سیکور گو بلائزیشن اور ہمارے ملک میں اس کے بھیلا وُ اور اثر ات کا تو رُ کرسکتی ہے۔

معاشرے میں ایمانی حقائق کی سرایت و نفوذ (osmosis) اور رفتہ رفتہ ایک خداشاس تہذیب کی بازیافت مؤسس انجمن خُدام القرآن ڈاکٹر اسرار احمدؓ کے کتا بچ''اسلام کی نشاؤ شانید: کرنے کا اصل کام'' میں واضح کیے گئے پروگرام کے تحت اسی وقت ممکن ہے کہ جب ہم بڑے ییانے پر تشکیک و الحاد کو علمی طور پر counter کر کے حقائق ومعارف و بن سان کے ذبین افراد تک مؤثر انداز میں منتقل کریں۔اس کام کی انجام دبی حلقات' سلسلہ درس و تدریس یا اکیڈی اور چیوٹی چیوٹی مجالس (collectives) کی شکل میں بھی ممکن ہے' جس میں طلب' جو کیانِ حق اور تشدگانِ علوم اسلامیہ ستفیض و مستفید ہوں اور اپنے قلوب واذ ہان کو ایمان ویقین کے نور سے مؤرکر رہے ہوں۔ ساتھ ہی یہ ایمان و عقیدہ ان کے وجودی احوال میں محقق ہوکر ان کے اخلاق و اعمال کو نہ صرف قرآن و سُنٹ کے قالب میں ڈھال دے بلکہ وہ دینی تعلیمات و اقدار کے داعی بھی بن جائیں۔ اس طرح وہ تہذیب اور معاشر رے کی سطح پر حقیقی اور دیر پا اسلامی تبدیلی کا باعث بنیں۔

اللهم ارنا الحق حقًّا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلًا وارزقنا اجتنابه







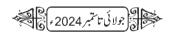
# مِلاك التأويل (٢٧)

تالیف: ابوجعفراحمد بن ابراہیم بن الزبیرالغرناطی تلخیص وتر جمانی: ڈاکٹرصہیب بن عبدالغفار حسن

# سُورةً طُهُ

(۲۴۱) سورۂ طٰہ' سورۃ النمل اورسورۃ القصص میں موسیٰ غایشا کا وہ قصہ بیان ہواہے جس میں وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ صحرائے سینا میں سفر کر رہے تھے۔اس قصے کی حکایت جن الفاظ میں کی گئی ہے ان میں الفاظ اور معانی کا کچھ اختلاف یا یاجا تا ہے اوراسی کاسمجھنامقصود ہے۔ پہلے ان آیات کامنن اور ترجمہ ذکر کہا جا تاہے:

'' کیا تمہیں موئ (غایشا) کے قضے کی خبر ملی ہے؟ جبائس نے ایک آگ دیکھی تو اپنی اہلیہ سے کہا کہ میں نے ایک آگ دیکھی تو اپنی اہلیہ سے کہا کہ میں نے ایک آگ دیکھی ہے' تم ذراتھہ و' (میں جاتا ہوں اور ) شاید میں اس کا ایک انگارا تہمارے لیے لیتا آؤں یا آگ کے آس پاس (لوگوں سے ) راستے کے بارے میں ہدایت پاؤں ۔ جب وہ وہاں پنج تو آواز دی گئی: اے موئی! یقیناً میں ہی تیرا رہ ہوں تو تو اپنی جو تیاں اُتار دی کیونکہ تُوطویٰ کی مقدس وادی میں ہے ۔ اور میں نے تجھے چُن لیا ہے تو جو دی کی جائے اسے کان لگا کرس لے! بے شک میں ہی اللہ ہوں میں ہے۔ اور میر کی یاد کے لیے نماز قائم کرتے رہو۔ اور میر کے علاوہ اور کوئی معبود نہیں' پس تم میری ہی عبادت کرواور میری یاد کے لیے نماز قائم کرتے رہو۔ بیشک قیامت آنے والی ہے جسے میں پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تا کہ ہر خض کو بدلہ دیا جائے اُس کی سعی کا تو پیشم جو اپنی سے خواہشات کے چھے بھا گئا ہو' (تم اگر ایسا کرو گے ) تو ہلاک ہوجاؤ گے! اور اے موئی! تیرے دائیں ہا تھ خواہشات کے چھے بھا گئا ہو' (تم اگر ایسا کرو گے ) تو ہلاک ہوجاؤ گے! اور اے موئی! تیرے دائیں ہا تھ میں کیا ہے؟ کہا: یہ میری لاگھی ہے جس پر میں ٹیک گاتا ہوں ……''







#### سورة النمل ميں ارشا دفر مايا:

﴿إِذْ قَالَ مُوْسَى لِآهُلِةِ إِنِّيَّ انَسْتُ نَارًا ﴿ سَاتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوُ اتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَضْطَلُوْنَ۞ فَلَتَّا جَآءَ هَا نُوْدِىَ اَنُ \* بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ۚ وَسُبُحٰنَ اللهِ رَبِ الْعَلَمِيْنَ۞ يُمُوْسَى إِنَّهَ اَنَا اللهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۞ وَالْقِ عَصَاكَ ۖ ﴾

'' یاد کرو جب موکل نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ میں نے ایک آگ دیکھی ہے میں وہاں سے یا تو کوئی خبر لاتا ہوں یا آگ کا انگارا تا کہتم لوگ تاپ سکو۔ تو جب وہ اس (آگ) کے پاس آیا تو اس کو آواز آئی کہ مبارک ہے وہ جواس آگ میں ہے اور جواس کے اردگر دبین اور پاک ہے اللہ جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ اے موکی! یہ تو میں ہوں اللہ جوعزیز و تھیم ہے تم اپنا عصاد ال دو!''

#### اورسورة القصص ميں ارشا دفر مايا:

﴿فَلَمَّا قَطٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهَ النَّسِ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوۤا اِنِّىَ النَّادِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۞ فَلَمَّا اَتْمَهَا نُوْدِيَ النَّسَتُ نَارًا لَّعَلِّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۞ فَلَمَّا اَتْمَهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئُ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقُعَةِ الْمُلِرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يُمُوْسَى اِنِّ آنَا اللهُ رَبُّ الْعَلَمِيْنَ ۞ وَنْ أَلْقِ عَصَاكَ اللهُ رَبُّ الْعَلَمِيْنَ ۞ وَانْ أَلْقِ عَصَاكَ اللهُ رَبُّ الْعَلَمِيْنَ ۞ وَانْ أَلْقِ عَصَاكَ اللهُ رَبُّ الْعَلَمِيْنَ ۞ وَانْ أَلْقِ عَصَاكَ اللهُ وَاللَّهُ اللَّهُ مَا اللَّهُ وَاللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ مَا اللَّهُ وَاللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ وَاللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ وَاللَّهُ اللَّهُ اللّهُ اللَّهُ اللَّلْقُ اللَّهُ ال

''تو جب موک نے مدت پوری کردی اور اپنی اہلیہ کے ساتھ روانہ ہوا تو اُس نے طور کی جانب سے ایک آگ دیکھی' تو اُس نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ مجھے آگ نظر آئی ہے' تم لوگ تلمبر و کہ میں وہاں سے کوئی خبریا آگ کا کوئی انگارالا وُں تا کہ تم لوگ تاپ سکو تو جب وہ اس کے پاس آیا تو خطہ مبارک میں' وادی ایمن کے کنارے سے' ایک درخت سے اُسے آواز آئی: اے موئی! میں ہوں اللہ' تمام جہانوں کا پروردگار' اور (پھر کہا): اینا عصاد اُل دو!''

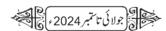
ان آیات میں اشکال اس وجہ سے پیدا ہوا کہ ان تینوں سورتوں میں ایک ہی قصہ بیان ہوا ہے جو حضرت موسی عَلَیْكِ کَا استرکی داستان ہے جو انہوں نے اپنے سفر رسالت میں طے کیا تھا۔صحرائے سینا کاسفر' آ گ کا دیکھنا' پھراللہ تعالیٰ سے ہم کلامی۔ اب اس واحد سفر کے بیان میں جو حکایت کی گئی ہے اس میں خاص طور پر الفاظ کے چناؤ میں اختلاف کیوں واقع ہواہے؟

الفاظ میں اختلاف کا ہونا مندرجہ ذیل جدول سے واضح ہے:

سورهٔ ظلا سورة النمل سورة القصص ده شرعة در تقيل من ساتور ''ده شرعة د'' كان أنهيس مي التي المراقة المر

- (١) اِمْكُثُو ٓ النِّي ٓ انسَتُ نَارًا ''امْكُثُو ٓ ا''كالفَظْنِينِ ﴾ المُكُثُو ٓ الْيِ ٓ انسَتُ نَارًا
  - (٢) لَعَيِّنَ اتِيكُمُ مِّنْهَا سَاتِيكُمُ مِّنْهَا (لَعَيِّنَ كَاجَد) لَعَيِّنَ اتِيكُمُ مِّنْهَا
- (٣) بِقَبَسٍ بِخَبَرٍ اَوُ اتِيُكُمُ بِشِهَابٍ قَبَسٍ بِخَبَرٍ اَوْ جَذُوةٍ قِنَ النَّارِ

(قَبَسٍ كَاذَكُر بِهِلْهِ مِي) (قَبَسٍ كَاذَكُر بِعَد مِين مِي) ﴿ جَنُووَةٍ بَمَعَىٰ قَبَسَ بِعَد مِين مِي







(شِهَابٍقَبَسِ کاذکرہے) (قَبَسَ کی جُلُوقِ کاذکرہے) (قَبَسَ کی جُلُوقِ کاذکرہے) (شَبَسَ کی جُلُوقِ کاذکرہے) (۴) اَتِیْکُمْ ایکوفعہذکرکیا گیا ۔ (۴)

(۵) آگ تاپنے (اصطلاء) کا ''لَعَلَّکُمْ تَصْطَلُوٰنَ 'ارشاد فرمایا '' لَعَلَّکُمْ تَصْطَلُوْنَ 'ارشاد فرمایا بند

ر ریں ہے (۲) خبر لانے کے بجائے کہا: صرف خبر لانے کا ذکر ہے اَو آجدُ عَلَى النَّادِ هُدًى

یہ وہ الفاظ ہیں جن میں اختلاف واقع ہواہے۔ان اختلافات کی نوعیت زیادتی و کمی اور نقدیم یا تاخیر کی ہے' اور چونکہ بیایک واقعہ کا بیان ہے کہ جس میں نسخ واقع نہیں ہوسکتا' اور نہ ہی اس میں مذکورہ قشم کا اختلاف ہونا چاہیے' تو یہاں دوسوال اٹھتے ہیں:

(ڵ) وجها ختلاف کیاہیے؟

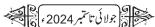
(ب) اورجس جس سورت میں بیا ختلا فی الفاظ واقع ہوئے ہیں تو اس خاص سورت میں ان کا وارد ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟

میں اللہ سے مدد چاہتے ہوئے اور اس کی توفیق اور ہدایت کا طلب گار ہوتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ انسان کے ذہن میں جومعقول قسم کے معانی قائم ہوتے ہیں' ان کوسوائے الفاظ کے اور کس طرح دوسروں تک پہنچایا جا سکتا ہے۔ جوالفاظ معانی کے لیے اصطلاح کا کام دیتے ہیں' ان کے اظہار کے لیے الفاظ کا ہی سہار الیا جا تا ہے۔اور اس بات کو ذہن نشین کرنے کے بعد یہ معلوم ہونا چاہیے کہ معانی کا بعض اوقات متعدد الفاظ سے اظہار کیا جا تا ہے۔الفاظ ومعانی کے اس تعلق کی چارا قسام ہی ہو سکتی ہیں:

- (۱) لفظ اورمعنیٰ دونوں متحد ہوں (لیعنی ایک ہی ہوں)
  - (۲) لفظاور معنی میں اختلاف ہو۔
  - (۳) الفاظ ایک جیسے ہوں کیکن معنی مختلف ہو (۴) الفاظ مختلف ہوں کیکن معنی ایک ہی ہو۔

عقلی اعتبار سے یہی چارفشمیں ہوسکتی ہیں'ان سے زائدنہیں اورانہی کےمطابق اربابِعقل وخردایک دوسرے سے خطاب کرتے ہیں ۔

پہلی قسم میں نوع اورجنس سے متعلق الفاظ آجاتے ہیں' جیسے انسان کے تحت بشریت کے اعتبار سے متعدو اشخاص کا تصوّر کیا جاسکتا ہے' اورجنس کے تحت اگر لفظ حیوان لیا جائے تو اس سے انسان' جانور اور پرندہ بھی مرادلیا جاسکتا ہے۔ دوسری قسم میں وہ الفاظ آجاتے ہیں جوایک دوسرے سے مختلف معنی رکھتے ہیں جیسے کالا اور سفید' یا قدرت اور عجز۔ تیسری قسم میں وہ الفاظ آجاتے ہیں جن کے معانی میں اشتر اک ہوسکتا ہے جیسے لفظ' تعینی' ' سے آئھ بھی مرادلی جاسکتی ہے اور پانی کا چشمہ بھی ۔ یعنی لفظ توایک ہی ہے لیکن معنی مختلف ہے۔ چوشی قسم میں متراد ف







الفاظآ جاتے ہیں جیسےشیر کے لیے آسّہ یا گیٹ کوئی بھی لفظ استعال کیا جاسکتا ہے۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ لفظ مشترک ہولیکن اس کے تحت جومعانی ہوں' وہ اپنی قوت کے اعتبار سے متفاوت ہوں۔اور تفاوت سے بیمقصود ہے کہایک لفظ اپنے معنی کےا ظہبار میں کسی دوسری چیز کامختاج نہ ہواوراس کحاظ سے وہ پہلی قسم میں شار ہوگا' یا وہ اپنے اظہار کے لیے دوسری چیز کا محتاج ہوتو وہ تشکیک کے زمرے میں شار ہوگا۔ جیسے کوئی ایسااسم جو جو ہر (مستقل بذایتہ ) یا عرض (محتاج لغیر ہ ) دونوں کوشامل ہوٴ تو کہا جائے گا کہاس کےمعانی میں تفاوت پایا جاتا ہے۔اگر جو ہر ہوتو وہ پہلی قشم ( لفظ اور معانی کا متحد ہونا ) میں شار ہوگا اور اگر عرض ہوتو وہ مُشَكِّكُ كَهِلائِ كَار

بعض الفاظ کےمجازی معنی لیے جاتے ہیں۔ یہوہ الفاظ ہیں جنہیں خاص طور پراینے مُسَمَّی کے لیے وضع نہیں کیا گیالیکن وہ اس معنی ہے مناسبت رکھتے ہیں جن کے لیے وہ وضع کیے گئے ہیں۔ایک اور بات کا بھی خیال رکھا جائے جوکسی جملے کی ترکیب میں واقع ہوسکتی ہے'اور جے'' لحن الخطاب'' کا نام دیا گیا ہے' یعنی بعض دفعہ ایک کلمہ مقصود ہوتا ہے کیکن اسے حذف کر دیا جاتا ہے ' کیونکہ سیاق وسباق کے اعتبار سے وہ کلمہ قابل فہم ہوتا ہے۔ جیسے الله تعالى كابه ارشاد:

﴿ أَنِ اضْرِبْ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ ۗ فَانْفَلَقَ ..... ﴾ (الشعراء: ٣٧)

''(اےموکا علیٰظا!)اپنے عصا کوسمندر پر مارو' تووہ بھٹ گیا ۔....''

اوریہاں یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ' فَانْفَلَقَ '' سے پہلے لفظ' خَبَرَ بُ' محذوف ہے' یعنی'' تواس نے مارااور سمندر پیٹ گیا''۔اس قشم کی کئی اور مثالیں دی جاسکتی ہیں جس کے سوائے امام کرخی (محمد بن ابراہیم ) کے تمام جههورعلاء قائل ہیں جیسے قولِ باری تعالی:

﴿ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا أَوْ عَلَى سَفَرِ فَعِنَّةٌ مِّنْ ٱتَّامِرٍ أُخَرَّ \* (البقرة:١٨٨)

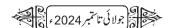
'' تو جوتم میں سے بیار ہواورسفر پر ہوتو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے''

یعنی جو تحض بیار ہواور سفر پر ہو'' اور پھرافطار کرلے'' تو پھراس کی قضا کرے۔تو بیرحذف''لحن الخطاب'' کہلا تا ہے۔اوربعض دفعہ ایک چیز کہی جاتی ہے (منطوق ہم )لیکن وہ ایک دوسری چیزجس کا بیان نہیں ہوا ( سکوت عنہ ) پر دلالت كرتى ہے۔ جيسے ارشا دفر مايا:

﴿ فَلَا تَقُلُ لَّهُمَا أُفِّ ﴾ (الاسراء: ٢٣) ''اورتم اپنے والدین کوأف تک نه کہو۔''

تو پہ بات خود بخو سمجھ میں آ جاتی ہے کہ جب اُف تک کہنامنع ہےتو جو چیز اس سے زیادہ ہو یعنی گالم گلوچ یا مارپیٹ تو وہ کیوں نمنع ہوگی۔ایے''مفہوم'' ہے بھی تعبیر کیا جاتا ہے'اور جولوگ قیاس کے منکر ہیں وہ بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔

یہ چند با میں اس لیے ذکر کردیں تا کہ آ گے کے مباحث کو تمجھا جا سکے۔ان کا تعلق کسی ایک سورت کے ساتھ نہیں ہے اور نہ ہی کسی ایک خاص مقام ہے۔اور یہ بات بھی سب کے علم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہررسول کو اس زبان کے ساتھ جھیجا ہے جو کہ اس کی قوم کی زبان تھی ۔موسیٰ عالیہٰ اس کی قوم کی زبان عبرانی تھی اس لیے موسیٰ عالیہٰ انے







ا پن قوم سے عبرانی زبان ہی میں کلام کیا تھا۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کا تعلق ہے تو وہ حرف آواز اور جملوں کی قید سے ماوراء ہیں۔ اس لیے جو پچھ ہماری کتاب میں وارد ہوا ہے وہ ان معانی کی حکایت ہے جوموسیٰ عَالِیْلاً کو دی گئیں اور جموسیٰ عَالِیْلاً کو دی گئیں اور جوموسیٰ عَالِیْلاً کا موضوع خطاب رہیں۔ عبرانی زبان عربی سے قریب ترین زبانوں میں سے ہے تو پھر اس بات میں کیا مانع ہے کہ عبرانی زبان میں بھی وہ اقسام کیوں نہ پائی جا میں جو کہ عربی زبان میں پائی جاتی ہیں۔ اب اس میں ہم ان اعتراضات کا جواب دیتے ہیں جو پہلے بیان ہوئے ہیں:

(۱) موسی علیظانے اپنے گھر والوں ہے آگ کی طرف جاتے ہوئے کہا تھا: ''اف کُشُوا''(یہاں کھہرو!) جو کہ سورۃ انعمل میں ذکر نہیں کیا گیا۔ اب اس میں دونوں باتوں کا احتال ہے کہ یا تو انہوں نے زبان سے یہ کلمہ ادا کیا تھا'یا اشار تا کہا تھا' اوریہ بھی ہوسکتا ہے کہان کے گھر والوں نے قرائن حال سے اس بات کو مجھ لیا ہو۔ اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن کی عبارت میں کہیں ان کے زبانی قول کی حکایت کی گئی ہے اور کہیں ان کے تھم کی ترجمانی کی گئی ہے جوان کے گھر والوں نے ان کے طرزِعمل سے مجھا۔ اس لیے اس اعتراض میں کوئی وزن باقی نہیں رہتا۔

(۲) جہاں تک ان کا یہ کہنا: 'لَعَلِیَّ اٰتِیْکُمْہ'' دوسورتوں میں اور' سیٰ تیے کُمْہ ''سورۃ النمل میں آیا ہےتو یہ بات ذہن میں رہے کہ حرفِ تسویف (سّ یاسَمُوفَ جمعنی عنقریب) ہے مستقبل میں فعل کا حاصل ہونا سمجھا جاتا ہے اور' لَعَلَ ''حرفِ ترجی (جمعنی اُمید) میں مستقبل کے معنی کے ساتھ اُمیداور لا کچ کامفہوم بھی ہے'اور عین ممکن ہے کہ ان کی زبان میں ان دونوں معانی کو بیان کرنے کے لیے صرف ایک ہی لفظ کافی رہا ہو'اور چونکہ عربی زبان میں ایسانہ تھا اس لیے دونوں معانی کا احاطہ کرنے کے لیے دوعلیحدہ علیحدہ حروف لائے گئے تا کہ جو پچھان کی زبان میں کہا گیا اس کی ممل ترجمانی ہو سکے۔

(۳) سورۂ ظامیں قبئس(انگارے) کا ذکر پہلے ہےاورخبرلانے کا بعد میں اور باقی دونوں سورتوں میں اس کا الٹ ہے' تو صاف سمجھ میں آتا ہے کہاس قصہ کی حکایت میں معانی کا خیال رکھا گیا ہے' اوریہاں تقذیم اور تاخیر کا لحاظ رکھنا ضروری نہ تھا۔

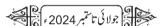
(۴) ان آیات میں آگ کے انگار ہے کو تین الفاظ ہے تعبیر کیا گیا ہے:

قَبَس: آگ کاوہ شعلہ جوایک بڑی آگ سے لیاجا تا ہے۔

جَنْ وَقَ : آ گ کا وہ انگار اجس میں آ گ سلگ رہی ہو تی ہے۔

یشهاَب: آگ کاوه انگارا جو بھڑک اٹھا ہو۔

عربی زبان کی بیخصوصیت ہے کہ ایک ہی چیز کو ذرا سے فرق کی بنا پر مختلف نام دے دیے جاتے ہیں جیسے تلوار کے لیے سیف صارم اور مُهند کے الفاظ آئے ہیں اور مُمجور کے تو بہت سے نام دیے گئے ہیں جیسے: طلع صححک اغریض بسر ' زھو ' رطب ' تمر ' بلح' سیاب ۔ یہ کوئی دس نام ہیں جو مجھور کی مختلف حالتوں کا کھاظ رکھتے ہوئے بتائے گئے ہیں ۔عربوں کا بیقاعدہ بھی تھا کہ اگر کوئی چیز انتہائی قابل قدر ہوتی یاان کے کلام میں کثرت سے بیان بتائے گئے ہیں ۔عربوں کا بیقاعدہ بھی تھا کہ اگر کوئی چیز انتہائی قابل قدر ہوتی یاان کے کلام میں کثرت سے بیان







ہوتی تو وہ اس کے متعدد نام رکھ دیتے' بعض چیز ول کے توسو کے قریب نام بھی رکھے گئے۔اس کی ضرورت اشعار میں قافیہ کی پابندی کی بنا پر پیش آئی۔اگر عربی زبان میں بیہ وسعت نہ ہوتی تو ان کا قافیہ تنگ ہوجا تااورنظم ونثر میں گرہ لگ جاتی۔

اس لیے بیکہا جاسکتا ہے کہ اسرائیلیوں کی زبان میں تو ایک معنی کو بیان کرنے کے لیے غالباً ایک ہی لفظ بولا گیا ہولیکن ہماری زبان میں اس عبرانی لفظ کی تعبیر کے لیے ایک سے زائد اساء ہوں تو وہ سارے کے سارے اساء عربی زبان میں لائے گئے ۔ اب چاہے اسے مترادف اساء مراد لے لیا جائے یا بیے کہا جائے کہ ہرایک اسم سے عبرانی لفظ کی تعبیر کی گئی ہے۔

(۵) ابر ہاسورۃ النمل میں''آؤ اُتِیْکُھُ'' کی تکرارتو یہاں ایک واقعد کی تاکید کی گئی ہے۔ یہاں معاملہ کسی امر یا نہی کانہیں ہے'صرف ایک خبر کومؤ کد بنانا ہے کہ جس سے اس خبر کی سچائی کوظا ہر کیا گیا ہے۔

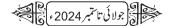
اب چونکہ یہاں ایک واقعہ کی حکایت حال مقصود ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ایک جگہ کسی لفظ کی تکرار ہواور دوسری جگہ تکرار نہ ہو اصل مقصود یعنی واقعہ کی سچائی کو ظاہر کرنا ہے اور عربی زبان کے اسلوب کے مطابق اس قسم کی تکرار میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲) جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ آخری دوسورتوں میں لفظ''اصطلاء''لایا گیا جس سے مقصود آگ تا پنے کی ضرورت کا بیان تھا اور سورہ طامیں اس حاجت کا بیان نہیں کیا گیا تو کہا جا سکتا ہے کہ بیا یک امر زائد تھا جوان دوسورتوں میں بیان ہوالیکن وہ سورہ طلا کے بیان سے متعارض نہیں تھا۔ بیقر آن کا ایک عام اسلوب ہے کہ ایک جگہ ایک واقعہ اختصار کے ساتھ بیان ہوتا ہے اور دوسری جگہ اسے تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے' یعنی دونوں بیانات کی روثنی میں یوری بات سمجھ میں آ جاتی ہے۔

(۷) سورہ طلامیں آگ کی طرف جانے کا سبب میہ بتا یا گیا: ﴿ أَوْ اَجِنُ عَلَی النَّالِ هُدَّی ﴾''یا میں آگ کے آس پاس لوگوں سے ہدایت کا راستہ پاؤں۔'' یہاں وہ بات وضاحت سے بیان کی گئی ہے کہ جس کی طرف سورۃ النمل اور سورۃ القصص میں میہ کہہ کراشارہ کیا گیا تھا کہ''میں تمہارے لیے ایک خبر لے کرآتا ہوں'' وہ اس لیے کہ انہیں اور ان کی اہلیہ کوسوائے آگ تا پنے اور راستہ معلوم کرنے کے اور کی چیز کی حاجت نہتھی' اس لیے سورہ طلامیں تو اس کا کھل کر بیان ہو گیا اور باقی دونوں سور توں میں اس کی طرف اشارہ ہو گیا۔ اور ایک قصے کی حکایت کرتے وقت اس قسم کا اختلاف کوئی حقیقی اختلاف نہیں ہے' تو اسے تعارض نہ تمجھا جائے۔

یہاں تک تو پہلے سوال کی مختلف شقوں کا جواب تھا'اب دوسرے سوال کی طرف آتے ہیں کہ ہر سورت میں جو پچھ بیان کیا گیاوہ اسی سورت میں آنے کے لائق تھا۔

اس کی ایک وجہتو یہ ہے کہ جوالفاظ جس سورت میں آئے ہیں وہ اس کے فواصل اور مقاطع (ہر آیت کے آخری الفاظ اور حروف) کے مطابق وار دہوئے ہیں۔سور ہ طلا کے مقطع میں الف مقصورہ کثرت ہے آیا ہے جیسے طلع' لِتَشْفَی' تَخْشٰی اور سورت کے آخر تک یہ مقطع چلا جاتا ہے (آخری آیت میں ہے:الْهُتَاں کی) اور سورة







النمل اورسورة القصص كالمقطع ہے: ياءنون (جيسے مُبِينُن 'مُؤْمِنِينَن) يا واوَ نون (جيسے يُوْقِنُنُونَ 'يَعْمَهُوْنَ)' ياء ہوتواس سے قبل كسره ہوگا اورا گرواؤ ہوتواس سے پہلے ضمہ ہوگا۔

اوراگرید کہا جائے کہ دونوں سور تیں تقریباً برابر ہیں (سورۃ النمل کی ۹۳ آیات ہیں اور سورۃ القصص کی ۸۸) تو پھر دونوں کی عبارات میں فرق کیوں واقع ہوا ہے؟ جواب یہ ہے کہ دونوں میں اختصار کا اور طوالت کا فرق ہے۔ سورۃ النمل کی صرف آٹھ آیات میں یہ قصہ بیان ہوا ہے اور سورۃ القصص کا تو بڑا حصہ (تقریباً پچاس آیات) اسی قصے پرمشمل ہے۔ اور یہ قاعدہ ہم پہلے بھی بیان کر پچکے ہیں کہ جہاں ایجاز اور اختصار ہو وہاں الفاظ کے چناؤ میں وہ طوالت نہیں ہوتی جو کہ ایک تفصیلی مکا لمے میں ہوسکتی ہے۔

سور ہ طلا کے ابتدائی کلمات ہی کود کیے لیں' وہاں خطاب ہمارے نبی سالیٹھا آپیلم سے ہے:

﴿مَا آنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرُ انَ لِتَشْقَى ﴿ ﴾

''ہم نے قرآن آپ پراس لینہیں اتاراہے کہ آپ مشقت کا شکار ہوجائیں۔''

گویا نبی سالٹھائیا پہلے سے انسیت کا اظہار ہور ہا ہے اور پھر اسے موسیٰ علیظا کے قصے سے جوڑ دیا گیا ہے کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے انہیں صحراء میں راستہ پانے کے اسباب مہیا کر دیے تا کہ وہ آسانی سے اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکیں۔

اسی طرح باقی دونوں سورتوں میں بھی سورتوں کے مجموعی نظام سے ان آیات کا تناسب اور ملائمت ظاہر ہوجاتی ہے۔ یعنی ہر سہسورت میں جوآیات وارد ہوئی ہیں وہ وہیں مناسبت رکھتی ہیں اور اگر انہیں دوسری جگہ رکھا جاتا تووہ مناسبت نہ پیدا ہوتی۔ واللہ اعلم!

#### (۲۳۲) آیت ۱۵

﴿ إِنَّ السَّاعَةَ اتَّادُانُكُ أَكُادُ أُخْفِيْهَا ﴾

'' بے شک قیامت آنے والی ہے جسے میں قریب قریب پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں''

اورسورهٔ غافر(المؤمن) میں ارشا دفر مایا:

﴿إِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّارَيْبَ فِيهَا ﴾ (آيت ٥٩)

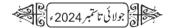
'' بےشک قیامت آنے والی ہے'اس میں کوئی شک نہیں''

سوال کرنے والا بیسوال کرسکتا ہے کہ دونوں سورتوں میں قیامت کے آنے کا وصف بیان ہوا ہے کیکن دونوں میں اختلاف ہے ایک میں ہے: ﴿ لَا مَا يُكُونُهُ اَ كُونُهُ اَ اُوردوسر عیں ہے: ﴿ لَا رَیْبَ فِیْهَا ﴾ اوردوسرا سوال بیہ ہے کہ سورہ غافر کی آیت میں حرف ِلام'' اِتیۃٌ'' پراضافہ کیا گیا ہے؟

پہلے سوال کا جواب بیہ ہے کہ سورہ طُہ کی ابتداہی اس بات سے ہور ہی ہے کہ نبی سالٹھائیا پیم کو کفار کے کفراور عناد کے مقابلے میں تسلی دی جائے' چنانچہ شروع ہی میں ارشا دفر مادیا:

﴿مَا آنُوَلُنَا عَلَيْكَ الْقُوْانَ لِتَشْقَى ﴿ ﴾

'' ہم نے آئے پرقر آن اس لیے نہیں اتارا تا کہ آئے مشقت میں پڑ جائیں۔''







اس کے بعد پھر کتاب کی عظمت کا تذکرہ ہے اور پھر کتاب کے نازل کرنے والے کی تعظیم اور تکبیر ہے۔ وہ اللہ ہے اسمان اور زمین کا خالق ہے عرش پر مستوی ہے زمین و آسان میں جو پچھ بھی ہے سب اُس کا ہے وہی عبادت کے لائق ہے اور تمام اسمائے حسیٰ اس کے لیے ہیں۔ اس کے بعد نبی ساٹھ ایک ہے کہ حضرت موسی غایشا کے ابتدائے سفر کے واقعات سنائے گئے اور پھر کہا کہ گو قیامت یقیناً آنے والی ہے لیکن میں خودا سے پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں اور اس حد تک کہ مخلوق کے کان میں اس کے آنے کی بھنگ تک نہ پڑسکے۔ یعنی وہ ان غیبی امور میں سے ہے جن کا آنا بھین ہے اور جن پر ایمان لانا ضروری ہے اور چونکہ ہیں بات نبی صلاح اللہ اللہ کے گوش گزار کی جار ہی ہے جن کا آتا ہوں اور اس منا کہ ہوتا ہے کہ یہاں اس کے بارے میں کسی شک وشبہ کی نفی کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں بڑا۔ پہلی کا بیان کی کہ جہاں شک و شبکی و شعام کوئی گئے اکثر نہیں ہوتی 'اس لیے یہاں اس کی فی کرنے کا کوئی جواز نہیں بڑا۔ جہاں تک سورہ غافر کی آیت کا تعلق ہے تو شروع سورت سے اس آیت تک قریشِ مکم اور تمام گفارع و بسے خطاب ہے جوقیامت کے بارے میں غافل سے بلکہ اس کے واقع ہونے کے بارے میں جھگڑا کیا کرتے تھے۔ خطاب ہے جوقیامت کے بارے میں غافل سے بلکہ اس کے واقع ہونے کے بارے میں جھگڑا کیا کرتے تھے۔ خطاب ہے جوقیامت کے بارے میں غافل سے بلکہ اس کے واقع ہونے کے بارے میں جھگڑا کیا کرتے تھے۔ خطاب ہے جوقیامت کے بارے میں جھگڑا کیا کرتے تھے۔ خطاب ہے جنوی اس کے بیک اس کے جوقیامت کے بارے میں جھگڑا کیا کہ وہی تھے جنہوں نے بیکہا:

﴿إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا النُّ نُيَاتُمُونُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ مِمَبُعُوْثِيْنَ ﴾ (المؤمنون)

''یہاں توصرف ہماری دنیاہی کی زندگی ہے کہ جہاں ہم جیتے مرتے ہیں اور ہم دوبارہ اٹھائے جانے والے نہیں ہیں۔''

اور پھر مذکورہ آیت سے قبل اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اظہاران الفاظ میں کیا گیا:

﴿ لَكَلُقُ السَّمْوٰتِ وَالْأَرْضِ ٱكْبَرُمِنْ خَلْقِ النَّاسِ ﴾ (غافر :٥٧)

''یقیناً آسانوں اور زمین کو پیدا کرنا نسانوں کے پیدا کرنے سے بڑا کام ہے۔''

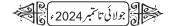
اس طرح انہیں یا دولا یا گیا کہتم اللہ کی عظمت کے سامنے عاجز اور مقہور مخلوق ہو'اور پھرجس چیز کا وہ انکار کر رہے سے اس کی آمد کے بارے میں بطور تا کید' لاّتِیتةٌ'' کالفظ لا یا گیا ہے جس کے شروع میں لام تا کید کا اضافہ کیا گیا تا کہ اس کے آنے کے بارے میں ان کے شک وشبہ کا از الہ کیا جاسکے۔

یوں ظاہر ہوگیا کہ ہرآیت اپنی اپنی جگہ بہترین مناسبت رکھتی ہے ٔ اورسورہ ُ طلاکی آیت سورہ ُ غافر میں' یا غافر کی آیت طلامیں کوئی جوڑیا مناسبت ندر کھتی تھی' واللہ اعلم!

#### (۲۲۳) آیات۲۲۳۳

﴿إِذْهَبْ إِلَى فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَلَى ۚ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِى صَلَّدِى ۚ وَيَتِّرْ لِنَّ آمُرِى ۚ وَاحْلُل عُقُدَةً مِّنْ لِسَانِيْ ۞ يَفْقَهُوْا قَوْلِي ۞ وَاجْعَلْ لِنِّ وَزِيْرًا مِّنْ آهْلِي ۞ هٰرُوْنَ آخِي ۞ اشُكُدْ بِهَ آزُرِى ۞ وَاشْرِكُهُ فِيَّ آمُرِى ۞ كَىٰ نُسْتِحَكَ كَثِيْرًا ۞ وَّنَنْ كُرَكَ كَثِيْرًا ۞ إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ۞ قَالَ قَنْ أُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يُمُوْسِى ﴾

''اب تُوفرعون کی طرف جا' اُس نے سرکشی اختیار کررکھی ہے ۔موسیٰٹ نے کہا: اے میر ے رب! میرے سینے







کو کھول دے 'اور میرا کام آسان کر دے'اور میری زبان کی گرہ کھول دے' تا کہ وہ لوگ میری بات سمجھ سکیں۔اور میرے گھر والوں میں سے میراایک وزیر بنادے'ہارون میرے بھائی کو۔اور میری کمراس سے سکیں۔اور اسے میرا شریک کار کر دے' تا کہ ہم بکثرت تیری تسبیح کرسکیں' اور بکثرت تجھے یا د کرتے رہیں' بے شک توہمیں خوب دیکھنے بھالنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فر مایا:اےموئی! جو پچھتم نے مانگا ہے وہ سبتہیں دیاجا تا ہے۔''

#### اورسورة الشعراء كي آيات ميں ارشاد فرمايا:

﴿ وَإِذْ نَاذَى رَبُّكَ مُوْسَى آنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظَّلِمِينَ ۞ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۚ أَلَا يَتَّقُونَ ۞ قَالَ رَبِّ إِنِّنَّ ٱخَافُ آنُ يُّكَذِّبُونِ ۞ وَيَضِيْقُ صَدْرِى وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَأَرْسِلُ إِلَى هُرُوْنَ ۞ وَلَهُمْ عَلَىٰ ذَنْبٌ فَأَخَافُ آنْ يَقْتُلُونِ ۞ ﴾

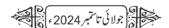
''اور جب تیرے رب نے موکی کوآ واز دی کہتم ظالم قوم کے پاس جاؤ' قوم فرعون کے پاس'اور (انہیں بتا) کہ وہ کیوں نہیں (اللہ سے ) ڈرتے! موئی نے کہا: مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے جھٹلا نمیں گے۔میراسینہ تنگ ہور ہا ہے' میری زبان کھل نہیں رہی' توہارون کی طرف بھی (وحی ) بھیج!اور میں نے ان کی جانب ایک قصور کیا ہے اس لیے میں ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ مجھے قل نہ کردیں۔''

### اورسورة القصص كي آيات ميں ارشاد فرمايا:

﴿ اُسْلُكَ يَكَكَ فِي جَيْبِكَ تَغُوْ جَبَيْضَاءَمِنَ غَيْرِ سُوَء وَ اَصْمُمُ الدَّكَ جَنَا حَكَ مِنَ الرَّهُ فِ فَارْنِكَ بَوْهَا فَي مِنْ رَبِّكِ إِلَى فِرْ عَوْنَ وَمَلَاء هِ النَّهُمُ كَانُوا قَوْمًا فَي قِيْنَ ﴿ قَالَ رَبِّ إِنِّ فَتَلُتُ مِنْهُمُ كَانُوا قَوْمًا فَي قِيْنَ ﴿ قَالَ رَبِّ إِنِّ فَتَلُتُ مِنْهُمُ لَوَ اللّهُ عَلَى اللّهُ فَلَا اللّهُ لِلْهُونَ ﴾ نَفُها اَفَا اللّه لِلْهُونَ ﴿ اللّهُ اللّهُ لَا اللّهُ لَلْهُ اللّهُ اللّهُ لَا اللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللللللّهُ الللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّه

سوال کرنے والا بیسوال کرسکتا ہے کہ یہال موکی علیظ کا قصہ بیان ہور ہاہے کہ وہ مبعوث ہونے کے بعد کن کن مراحل سے گزرتے ہوئے فرعون کے پاس پہنچے تھے اور پھر فرعون کے سامنے کیا کیا واقعات پیش آئے۔ بیقصہ ان تینوں سورتوں میں بیان ہوا ہے لیکن کیا وجہ ہے کہ ہر سورت میں پچھالی با تیں بیان ہوئی ہیں جو دوسری دو سورتوں میں بیان نہیں ہوئیں۔ دوسرا سوال ہے ہے کہ جو پچھ ہر ایک سورت میں بیان ہوا ہے اس کی سورت کے ساتھ کیا مناسبت ہے؟

پہلے سوال کا جواب ہیہ ہے کہ اس بات بیں تو کو ٹی شک نہیں کہ زبان کے اختلاف کی بنا پریہ ساری حکایت معنوی طور پربیان ہور ہی ہے' یعنی جوالفاظ اس زمانہ میں ادا کیے گئے ان کے معانی کوعر بی زبان میں ادا کیا جار ہا







ہے اس لیے الفاظ کی ادائیگی میں اختلاف کا واقع ہونا ایک قدرتی امرہے۔ اور اس بات کا بھی خیال رہے کہ ایک مضمون کو پورے کمال سے اداکرنے کے لیے بھی ایک تعبیر اختیار کی جاتی ہے اور بھی دوسری' اور خاص طور پر اس لیے بھی کہ عربی زبان میں کسی مفہوم کی ادائیگی کے لیے مختلف اسالیب کو اختیار کیا جاتا ہے' جیسے مشترک الفاظ کا اختیار کرنا' عموم وخصوص' مطلق اور مقید' حقیقت ومجاز اور کئی دوسرے انداز بیان کی صورتوں کا اعتبار کرنا شامل ہے' اس لیے بیاعتر اض نہیں کیا جاسکتا کہ ایک ہی قصے کو مختلف عبارات میں کیوں بیان کیا گیا ہے۔

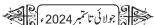
ہم تو یہ کہیں گے کہا گر کوئی شخص کسی عربی عبارت کومعنی کالحاظ کرتے ہوئے بیان کریے تواس کی حکایت میں اختلاف نظر آئے گا'اورا گریہ بات ایک ہی زبان کے قول میں واقع ہوسکتی ہے تو پھرا یک زبان سے دوسری زبان میں کسی بات کوفقل کیا جائے تو ایسافرق کیوں نہیں واقع ہوسکتا۔

ان تینوں سورتوں میں موسی علینا کے مراحل زندگی کے بیدوا قعات بیان ہوئے ہیں۔موسی علینا کی دعا کہ اللہ تعالیٰ ان کے سینے کو کھول دے ان کے فرضِ منصبی کی ادائیگی کوآسان کردے ان کی زبان کی گرہ کو کھول دے تاکہ لوگ ان کی بات کو سمجھ سکیں ان کے بھائی ہارون کو ان کا معاون بنا دے اپنے اس خوف کا اظہار کہ لوگ انہیں حجھلائیں گے اور ان کے ہاتھ سے ایک قبطی کے تل کی بنا پر انہیں مور دِ الزام کھر ائیں گے اور فرعون کے سامنے ظاہر مونے والے معجزات بیان ہوئے۔

یہی وہ سات وا قعات ہیں جوان سورتوں میں اختلاف ِالفاظ کے ساتھ بیان ہوئے ہیں' اورکسی میں ایک واقعہ بیان ہواہے توکسی میں دوسرا' لیکن ایسانہیں ہے کہ واقعات کے بیان میں تعارض یاانتلاف ہو۔

اور دوسر بسوال کا جواب یہ ہے کہ سورہ طاکا مرکزی مضمون یہ ہے کہ موکی علیق کا قصہ بیان کر کے نبی کر یم مان اللہ اللہ کے لیے بشارت سلی اور اطمینان کا اظہار ہو۔ اس کی ابتدا'' دَتِ اشْرَحْ لِی صَلَادِیُ'' ہے ہوتی ہے کہ جہاں موکی علیق کی دعا کا بیان ہوا ہے۔ شروع سورت میں ﴿مَاۤ ٱلۡوَٰلَ اَلۡوَلَٰ اَلۡوَٰلُو اَلَٰ لِتَسْفَى ﴿ ﴾ کہہ کر نبی سان اللّٰهُ اِللّٰ کی دعا کا بیان ہوا ہے۔ شروع سورت میں ﴿مَاۤ ٱلۡوَٰلَ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اِللّٰ اِللّٰهُ اِللّٰهُ اِللّٰ اِللّٰهُ اِللّٰهُ اِللّٰهُ اِللّٰهُ اِللّٰهُ اِللّٰ اِللّٰہُ اِللّٰہُ کَا اللّٰہُ اِللّٰہُ کی دلجوئی پر بیسورت ختم ہورہی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿لَا نَسْمَلُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہِ اللّٰہُ اللّٰہُ

جہاں تک سورۃ الشعراء اورسورۃ القصص کاتعلق ہے تو دونوں سورتیں موکی عَلَیْلاً کے واقعاتِ زندگی کے اردگردگھومتی ہیں۔ موکی عَلَیْلاً کا فرعون کی طرف بھیجا اردگردگھومتی ہیں۔ موکی عَلَیْلاً کا فرعون کی طرف بھیجا جانا اور اسے رب کی طرف دعوت دینا' فرعون کا ان کے ساتھ کج بحثی کرنا' فرعون کا بنی اسرائیل میں سے لڑکوں کا ذرح کرنا اور لڑکیوں کو خدمت کرنے اور ذلت کی زندگی گزارنے کے لیے چھوڑ دینا' اور پھرموکی عَلَیْلاً کا اپنی قوم کو اس ذلت کی زندگی مصرسے بھاگ کر مدین







جانا' شعیب علیٰلاً سے ملا قات اور فرعون کی طرف آنا۔ پھر فرعون کا قوم موکیٰ کا پیچھا کرنا اور بالآ خرڈ وب کر ہلاکت کی موت مرنا' بیسب وا قعات بیان ہوئے ہیں۔

سورة الشعراء میں چونکہ کئی رسولوں کا بیان ہوا ہے اور اس بات پر خاص طور پر زور دیا گیا ہے کہ جن قوموں نے اپنے رسولوں کو حجشلا یا تھا' تو پھران کا انجام کیا ہوا' اور اسی لحاظ سے قوم فرعون کے اپنے بدانجام کو پہنچنا اس سورت کے مرکزی مضمون سے مناسبت رکھتا ہے۔

جہاں تک سورۃ القصص کا تعلق ہے تو اس میں بھی نبی ساٹھائیٹیل کی تسلی اور دلجو کی ملحوظ رکھی گئی ہے۔شروع ہی ميں فرماديا تھا: ﴿ نَتُلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَالِ مُوْسَى وَفِرْ عَوْنَ بِالْحَقِّ ﴾ (آيت ٣)'' ہم آپ کوسناتے ہيں موکل اور فرعون کاصحیح صحیح وا قعہ!''اوران وا قعات کے سنانے سے مقصود کیا ہے'اسے سور ہیود میں یوں بیان کیا: ﴿ وَ كُلُّر نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاء الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ﴾ (آيت ١٢٠) ('رمولول كےسب احوال بهم آپ كے سامنے آپ كے دل كى تسكين كے ليے بيان فرمار ہے ہيں۔' اور سورت كے آخر ميں آپ سال اللہ كواس بات کی تسلی دی گئی کہ جس مکہ ہے وہ اپنی قوم کی بنا پر ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے تھے بالآ خرایک دن وہاں واپس آئیں كَـفرمايا: ﴿ إِنَّ الَّذِي كَوْضَ عَلَيْكَ الْقُرُانَ لَرَآدُّكَ إِلَّى مَعَادٍ ﴿ ﴾ (القصص: ٨٥)'' جس نے آپ پر قر آن ( کی دعوت وتبلیغ) فرض کی تھی وہ آ ہے کو دوبارہ اپنی جگہ لانے والا ہے۔'' یہاں مناسبت ہے موسیٰ عالیٰلا کے ا پیے مولدمصر سے زکالے جانے اور پھر مدین ہوکروالپس لوٹائے جانے سے! اب بیہ بات واضح ہوگئی کہ ہرسورت میں جوآیات آئی ہیں وہ اسی سورت سے پوری مناسبت رکھتی ہیں واللہ اعلم!

#### (۲۳۳) آیت کم

﴿فَأْتِيهُ فَقُوْلَا إِنَّارَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلُ مَعَنَا يَنِيَّ إِسْرَ آءِيْلَ ﴾

''تم دونوں اس کے پاس جاؤاور کہو کہ ہم دونوں تیرے رب کے پیغامبر ہیں تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو

#### اورسورة الشعراء مين ارشا دفر مايا:

﴿فَأَتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَا إِنَّارَسُولُ رَبِّ الْعَلَمِينَ ﴿ اَنْ أَرْسِلُ مَعَنَا يَتِيْ إِسْرَ آءَيْلَ '' تو پھر فرعون کے پاس جاؤاور (اس ہے ) کہو کہ ہم جہانوں کے رب کے پیغامبر ہیں' تو ہمار ہے ساتھ بنی اسرائیل کوروانه کردو!''

یہاں دونوں آیتوں کی عبارت میں ذراساا ختلاف ہے ملاحظہ ہو:

سورة الشعراء

(۱) فَأَتِيْهُ (ضمير سے فرعون مراد ہے)

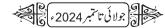
(٢) إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ (رسولًا: تثنيه بـ اور

اس کے بعد ' رَبِّك ' العِنى ضمير خطاب ہے )

فَأُتِيَا فِهُ عَوْنَ ( فَرَعُونِ كَانَام كِساتُهُ ذَكَر بِ )

اِتَّارَسُولُ (رسول مفرد ہے)

رَبِّ الْعُلَبِيْنَ (صراحت كساته كها كيا)







موئی علیقیا کی حکایت کے دومر حلے ہیں۔ پہلے جب کہ وہ اپنی اہلیہ کے ساتھ مدین سے صحرائے سینا میں سفر
کررہے تھے۔ یہاں صرف انہی سے خطاب کیا گیا ہے اور فرعون کے پاس جانے کی ہدایت کی گئی ہے اور پھر
موئی علیقیا کی طلب کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور دوسرا مرحلہ وہ ہے کہ جس میں ان کی طلب پوری کر دی گئی ہے اور پھر موئی
اور ہارون عیلیا دونوں سے خطاب ہے۔ بیروہ دوسرا مرحلہ ہے جس میں عبارت کا اختلاف پیدا ہوا ہے تو اس کی
وضاحت مطلوب ہے۔

جواباً ارشاد ہے کہ ایک تو وہی بات جس کی طرف پہلے بھی اشارہ کیا گیا تھا کہ یہاں زبان کے اختلاف کی بنا پر لفظ بلفظ حکایت نہیں کی جا رہی ہے بلکہ اس کے مضمون اور مقصود کو بیان کیا جا رہا ہے کہ جس کی بنا پر الفاظ میں اختلاف کا ہونا ایک طبعی امر ہے۔ رہی دوسری بات کہ سورہ طہ میں بجائے فرعون کے نام کے اس کی ضمیر لائی گئ ہے تو وہ اس لیے کہ سورہ طہ میں مذکورہ آیت سے چند آیات قبل فرعون کا صریحاً ذکر آچکا ہے' جہاں ارشاد ہوا تھا:

﴿إِذْهَبَاۤ إِلَى فِهُ عَوْنَ إِنَّهُ طَغِي ﴿ فَقُولَا لَهُ قَوْلًا لَّيِّنًا ﴾ (آیت ۴۴) ''تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ'وہ سرکشی کر رہاہے' توتم دونوں اس سے زمی سے بات کرنا!''

تو اس کے معاً بعد آیت ہے میں دوبارہ اس کا نام لانے کی ضرورت نہ تھی' اس لیے ضمیر لائی گئی اور کہا گیا:

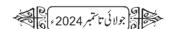
''فَأَتِيلهُ''اور جہاں تک سورة الشعراء کی آیت کا تعلق ہے تو وہاں پہلے آیت ۱ میں کہا گیا تھا:

﴿ وَإِذْ نَادْى رَبُّكَ مُوْلِي أَنِ ائْتِ الْقَوْمَرِ الطَّلِيمِينَ ﴿ قَوْمَ فِرْعَوْنَ \* ﴾ ''اورجب تير سے ربّ نے موٹی کوآواز دی کہتم ظالم توم' قوم فرعون کے ياس جاؤ۔''

اس کے بعد چاراورآیات ہیں جن میں موکی علیا اور اللہ رب العالمین کے درمیان بات چیت کا ذکر ہے اور پھر دوبارہ کہا گیا کہتم دونوں فرعون کے پاس جاؤ۔ اس کیے بجائے ضمیر کے فرعون کا نام کے ساتھ ذکر ضروری تھا' اور لیکن ان دونوں آیات میں فصل پیدا ہو چکا ہے' اس لیے بجائے ضمیر کے فرعون کا نام کے ساتھ ذکر ضروری تھا' اور چونکہ فرعون کے نام کے ساتھ اس کی قوم کا ذکر ذہمن میں خود بخو د آجا تا ہے اس لیے صرف فرعون کہد دینا بھی کا فی تھا۔ دوسری بات یہ کہ سورہ طہ میں دسٹو لا (تشنیہ) ہے اور سورۃ الشعراء میں (دَسُوْلُ) مفرد ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ عام قاعدے کے اعتبار سے اگر دوآ دمی ہوں تو ان کے لیے تثنیہ کا لفظ لا نا معروف ہے' لیکن لفظ دَسُوْل اہلِ عرب کے زد کی مفرد ' تثنیہ اور جمع بلکہ ذکر اور مؤنث سب کے لیے آ سکتا ہے۔ جیسے کہ ذو یب گذکی کے اس شعر میں استعال ہوا ہے۔۔۔

تو وہ ایک جگہ معروف ومشہور لغت کے اعتبار ہے آیا ہے اور دوسری جگہ ایک دوسری قدر سے غیر معروف لغت کے اعتبار ہے آیا ہے'اور جولفظ جہاں آیا ہے سیاق وسیاق کے اعتبار سے اس کا وہاں آنا ہی مناسب تھا۔

اب رہی دوسری بات کہ فرعون کو مخاطب کرتے ہوئے وہ دونوں کہتے ہیں:''ایّا دَسُوْلا دَبَّكَ''ہم







دونوں تیرے ربّ کے پیغامبر ہیں۔ یعنی ربّ کی طرف نسبت کے ساتھ اپنا تعارف کرار ہے ہیں تو خیال رہے کہ سورہَ طٰہ میں نبی صابعُ ایپہتم کی دلجوئی اور تسلی مطلوب ہے اور اس کے لیے موٹی عایبُلا کے قصے میں ایسے اسلوب کواپنا یا گیا ہے جوموکی مَالِیَکا کے لیے باعثِ شفقت اوراُنس تھا۔ جیسے ارشاد ہوا:

﴿ وَآنَا اخْتَرُتُكَ فَاسْتَمِعُ لِمَا يُؤْخِي ﴿ وَلَهُ ﴾ (طهُ)

''اور میں نے تہمیں جن لیا ہے تو پھر کان لگا کرسنو کہ کیاوجی کی جارہی ہے۔''

اور پھران کے سوال کے جواب میں بیہ بشارت دی جاتی ہے:

﴿قَدُاوُتِينَتَ سُؤُلَكَ يُمُوسِي ﴾ (طه)

''اےموسیٰ!تمہیںتمہارےتمام مطالب عطا کردیے گئے۔''

اور پھرموی وہارون ﷺ کوفرعون کے پاس جانے اور نرمی سے خطاب کرنے کی تلقین کی گئی:

﴿فَقُوْلَا لَهُ قَوْلًا لَّيْدًا ﴾ (طه: ٣٣) "تو چرتم دونوں اس سے زی سے بات کرنا۔"

اوریبی اندازسورة الناز عات کی آیات میں بھی جھلک رہاہے:

﴿فَقُلْ هَلْ لَّكَ إِلِّي أَنْ تَزَكِّي ﴿ وَآهُدِيكَ إِلَّى رَبِّكَ فَتَخُشِّى ﴿ ﴾

'' تواس سے کہنا کہ آیاتم یاک ہونا چاہتے ہو؟ اور مَیں حمہیں تمہارے ربّ کی طرف جانے کاراستہ بھھا وُں تو پھرتم میں کچھ ڈریپدا ہوگا!''

اوراسی اسلوب کواس قول میں بھی اپنا یا گیا ہے:'' اِٹّا رَسُوُ لَا رَبِّك '' كەجم دونوں تیرے ربّ كے پيغا مبر ہیں۔

اب آیئے سورۃ الشعراء کی طرف جہاں شختی کا اسلوب ہے فرعون اوراس کی قوم کو ڈبوکر ہلاک کیے جانے کا

ذ کر ہے' وہاں بجائے'' دَبِّك'' (یعنی تیرے ربِّ کی طرف نسبت ) ربِّ العالمین کہا گیا: ﴿فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعُلَمِينَ ﴿ كَا اللَّهُ إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعُلَمِينَ ﴿ ﴾

'' تو پھرتم دونوں کہنا کہ ہم تمام جہانوں کےربّ کے پیغامبر ہیں۔''

یعنی اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہم اُس ربّ کے پیغا مبر ہیں جو ہر چیز کا ما لک ہے اور ہر چیز اور ہر خض اُس کے قبضہ ُ قدرت سے ہا ہزنہیں ہے۔ یہاں ضمیر خطا نہیں لائی گئی کہ یہاں دلجوئی اورتسلی مقصود نہیں ہے۔

اس سے ملتا جلتا اسلوب سورۃ الانعام کی ان دوآیات میں ملاحظہ ہو:

﴿ وَلَوْ شَاَّءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْ كُ ﴾ (الانعام:١١٢) ''اورا گرتيرارب جاہتاتووه به نه كرتے''

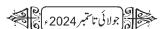
یہاں نبی صابی فائیے آیے ہم کی دلجوئی مقصود ہے اور پھرا یک طویل بیانیہ ہے جس میں مشرکین کے گھناؤ نے کا مول کو گنوا یا گیا ہےاوراس کے آخر میں ارشا دفر مایا:

﴿ وَلَهُ شَآءَاللَّهُ مَا فَعَلُوهُ ﴾ (الانعام:١٣٧) ''اورا گرالله جابتاتووه اييا بجهنه كرتے''

یعنی جوآیت جہاں آئی ہے وہاں بہترین مناسبت رکھتی ہے'اورا گراس کا اُلٹ کیا جاتا تو قطعاً مناسب نہ ہوتا۔واللہ سبحانهاعلم!









# ترجمهٔ قرآن مجید

# معصرفىونحوىتشريح

افادات: حافظ احمد يارمرحوم ترتيب وتدوين: لطف الرحمٰن خان مرحوم

# سُورةُ الْحِجْر

## آیات ا تا۵

﴿الرَّسْتِلُكَ الْيُكَ الْكِتْبِوَقُرُانٍ مُّبِيْنِ () رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلُهِهِمُ الْاَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿ وَمَا اَهْلَكُنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌمَّعُلُومٌ ﴿ مَا تَشْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ﴿ ﴾

ءمل

-اَمَلَ يَأْمُلُ (ن) اَمَلًا: اُميدَ كرنا ـ

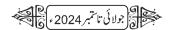
اَمَلُّ (اسم ذات بھی ہے): اُمید۔زیرمطالعہ آیت ۳۔

#### تر کیب

(آیت ۱) این مضاف ہے۔ اَلْکِتْبِ اس کا پہلامضاف الیہ ہے اور قُرُ اٰنِ مُّبِینِ اس کا دوسرامضاف الیہ ہے اور قُرُ اٰنِ مُّبِینِ اس کا دوسرامضاف الیہ ہونے کی وجہ سے الیہ ہونے کی وجہ سے حالتِ جر میں آیا ہے۔ (آیت ۳) اَهْلَکُنَا کا مفعول ہونے کی وجہ سے مِنْ قَرْیَةِ مُحلًّ عَالَا مِن عَنْ اللّٰ مُعَالِ ہونے کی وجہ سے مِنْ قَرْیَةِ مُحلًّ عالتِ نصب میں ہے۔ (آیت ۵) تَسْبِقُ کا فاعل ہونے کی وجہ سے مِنْ اُمَّةَ مُحلًّ حالتِ رفع میں ہے۔ حالتِ نصب میں ہے۔ (آیت ۵) تَسْبِقُ کا فاعل ہونے کی وجہ سے مِنْ اُمَّةَ مُحلًّ حالتِ رفع میں ہے۔

#### ترجمه:

تِلُكَ: بي وَقُرُانٍ مُّبِينِ: اورواضُ قرآن كَ يَوَدُّ: خُواہشُ كُريں گے الّذِ: الْلُرْ اللّهُ الْكِتْبِ: اسْ كَتَابِ كَلَ يَتَيْسُ بِينَ رُبِيمًا: بهت بي







الَّنِينَ : وه لوگ جنهوں نے كَفَرُوْا : انكاركيا مُسْلِمِیْنَ: فرما نبرداری کرنے والے لَوْ كَانُوُا: كَاشُ وه ہوتے يَأْكُلُوا: كهوه كھائيں ذَرُهُمۡ : آبُ حِيورُ ديں ان کو وَيُلْهِهِمُ : اور غافل كر ان كو وَيَتَهَتَّ عُوْا : اور فائده الهائي فَسَوْ فَ : توعنقريب الْأَمَّلُ: أُميد يَعْلَمُونَ : وه جان ليس كَ وَمَا أَهْلَكُنَا : اورہم نے ہلاک نہیں کیا مِنْ قَرْيَةٍ : كَى بَهِي بِسْقَ كُو إلَّا :مَكر وَلَهَا : اس حال میں کہ اس کے لیے تھی كِتَابٌ مِّعْلُومٌ : ايك معلوم كتاب مَا تَسْبِقُ: آكَ بِينَ لَكُتَّى مِنْ أُمَّةٍ : كُولَى بَهِي أُمَّت وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ: اور ندوه بيحچرج بين أَجَلَهَا : اپنے وقت سے

نوت: كِتَابٌ مَّعُلُوْمٌ كامطلب بيہ بكہ الله تعالى ہرقوم كے ليے پہلے سے طے كرليتا ہے كہ اس كوسنے سمجھنے اور سنجسلنے كے ليے اتن مہلت دى جائے گى اور اس حدتك اسے اپنى من مانى كرنے كاموقع ديا جاتا رہے گا۔ يہ مہلت جب تك باقى رہتى ہے وہ ڈھيل ديتا رہتا ہے اور سركشى كرتے ہى فوراً اس نے بھى بھى كى قوم كو نہيں كيڑا۔ (تفہيم القرآن سے ماخوذ)

## آیات۲ تا۱۳

﴿ وَقَالُوا لِنَا يُهُا الَّذِي كُوْ اِللَّهِ كُوْ اِنَّكَ لَمَجْنُونْ ۞ لَوْ مَا تَأْتِيْنَا بِالْمَلَئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّيِقِيْنَ ۞ مَا نُنَزِّلُ الْمَلَئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْا اِذًا مُّنْظِرِيْنَ ۞ وَالْأَنْوَ الْمَلَئِكَةَ اللَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْا اِذًا مُّنْظِرِيْنَ ۞ وَمَا كُنَزِّلُ الْمَلَئِكَةَ اللَّا عِنْ قَبْلِكَ فِي شِيعِ الْاَوَّلِيْنَ ۞ وَمَا كَأْتِيْهُمْ مِّنْ اللَّهُ كُو وَاللَّالَةِ لَهُ اللَّهُ اللَّلُولُ اللَّهُ اللِّهُ اللَّهُ اللْمُلْمُ اللَّهُ اللَّهُ

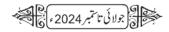
#### سلک

سَلَكَ يَسُلُكُ (ن) سَلُكًا 'سلوكًا: (۱) كى راسته پرچلنا كى چيز ميں داخل ہونا' پڑنا (لازم) (۲) كى راسته پرچلانا كى چيز ميں داخل كرنا' ڈالنا (متعدى) زيرمطالعة آيت ۱۲ \_

#### ترجمه:

یّاکیُّهَا الَّیٰنِیُ :اےوہ (شخص) عَلَیْهِ :جس پر

وَقَالُوْ ا : اورانہوں نے کہا زُرِّ لَ : نازل کیا گیا





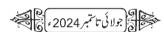


إِنَّكَ: بِشُكُتُو النّه حُرُّ :اس نصيحت كو لَهَجْنُونَ : يقينا مجنون ب لَهُ مَا : كيون لهيس بالملكيكة :فرشتول كساته تَأْتِيْنَا : تُوآ تاہارے یاس مِنَ الصَّدِيقِيْنَ: سِجَ كَهَ والول ميس سے إِنَّ كُنْتَ : الرَّتُوبِ الْمَلَيْكَة : فرشتول كو مَا نُنَزِّلُ: ہم نہیں اُ تارتے إلَّا بِالْحَقِّ : مُرْحَق كِساته وَمَا كَانُوٓا: اوروه نه بوئ مُّنْظِرِیْنَ: مهلت دیموے إذًا: كِمُرتُو إِنَّا نَعْنُ : بِشُكْهُم نِهِ بِي نَوْلَنَا: أتارا النّي كُوّ : اس نصيحت كو وَإِنَّا لَهُ: اور بِحِشك ہم اس كي وَلَقَلُ أَرْسَلُنَا : اور يقينًا مم بيني على بين لَىٰفظُهُ بَي : يقيناً حفاظت كرنے والے ہيں (رسولوں کو) فِي شِيعِ الْأَوَّلِيْنَ: بِهِ لُولُول مِن مِنْ قَبْلِكَ: آي سے پہلے مِّنْ رَّسُوْلِ: كُونَى بَهِي رسول وَمَا يَأْتِيهُمُ : اورُبين آتاان كے پاس كَانُوًا بِهِ يَسْتَهُزِءُ وْنَ: وه لوك اس كا مذاق اللہ: سوائے اس کے کہ اڑا یا کرتے تھے نَسْلُكُهُ: ڈال دیتے ہیں ہم اس کو كَنْ لِكَ: السي طرح لَا يُؤْمِنُونَ: بيلوگ ايمان نہيں لائميں گ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ: مجرمول كردول ميں وَقَلُ خَلَتْ : اور گزر چکی ہے به: ال ير سُنَّةُ الْأَوَّ لِيْنِ: يَهِلَّ لُولُولُ كَي عادت

نوٹ: حفاظتِ قرآن کے وعدے میں حفاظتِ حدیث بھی داخل ہے کیونکہ تمام اہلِ علم اس پر متفق ہیں کہ قرآن

نة توصرف الفاظِ قر آنی کا نام ہے اور نہ ہی صرف معانی قر آنی کا'بلکہ دونوں کے مجموعے کوقر آن کہا جاتا ہے۔اس کی وجہ بیہ ہے کہ معانی اور مضامین قر آنیہ تو دوسری کتابوں میں بھی موجود ہیں اور اسلامی تصانیف میں توعموماً مضامین قرآ نبیہ بی ہوتے ہیں' مگران کوقر آ نہیں کہا جا تا' کیونکہ الفاظ قر آن کےنہیں ہیں ۔اسی طرح اگر کوئی شخص قر آن کریم سےمتفرق الفاظ اور جملے لے کرایک مقالہ پارسالہ لکھ دیتو اس کوبھی قر آن نہیں کہا جائے گا خواہ اس میں ایک لفظ بھی قرآن سے باہر کا نہ ہو۔اس سے معلوم ہوا کہ قرآن صرف اس مصحف ربانی کا نام ہے جس کے الفاظ اورمعانی ساتھ ساتھ محفوظ ہیں۔

جب يه معلوم مواكة قر آن صرف الفاظ قر آن كا نام نهيس بلكه معاني بهي اس كاايك جزو مين ، توحفا ظتِ قر آن







کی جوذ مدداری اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں لی ہے اس میں جس طرح الفاظِ قرآنی کی حفاظت کا وعدہ ہے ای طرح معانی اور مضامین قرآن کی حفاظت اور معنوی تحریف ہے اس کو محفوظ رکھنے کا وعدہ بھی شامل ہے۔ اور بی ظاہر ہے کہ معانی قرآن وہی ہیں جن کی تعلیم وینے کے لیے رسول اللہ کا اللہ اللہ کا اللہ کا اللہ تعالیٰ قرآن وہی ہیں جن کی تعلیم وینے کے لیے رسول اللہ کا اللہ اللہ کا اللہ کا اللہ کا اللہ کے اللہ کا اللہ کے اللہ کا اللہ کا اللہ کا اللہ کہ کہ اللہ کہ تھا کہ کہ اللہ کہ تعالیٰ کے ایس کو جو اللہ کا اللہ کا اللہ کہ اللہ کہ تعالیٰ کے اللہ کہ اللہ کہ اللہ کہ اللہ کا اللہ کا اللہ کا اللہ کا اور حکمت کی۔' اس لیے آپ کا اللہ کا اور کی طرف '' اور جب رسول اللہ کا اللہ کی اور حکمت کی۔' اس لیے آپ کا اللہ کا اور حکمت کی۔' اس لیے آپ کا اللہ کا اور حکمت کی۔' اس لیے آپ کا اور جب رسول اللہ کا اور حکمت کی۔' اس کے بیان اور تعلیم کے لیے بھیجا گیا تو آپ معلی ہو اللہ کا اور حمد معلم بنا کر بھیجا گیا تو آپ کے اپنے اور جب رسول اللہ کا اللہ کا نام حدیث ہے۔ جب حدیثِ رسول ور حقیقت تفسیر کے آت نام حدیث ہے۔ جب حدیثِ رسول ور حقیقت تفسیر کا ان اور معانی قرآن ہیں کا حام حدیث ہے۔ جب حدیثِ رسول ور حقیقت تفسیر کے آت نام اللہ کا خوا اللہ کی اور کا کہ کی جو جا کیں اور معانی کو آت کے اللہ کا اللہ کا کہ کو جا کیں ان کی کھو کے ان کی کا اور حمانی کو جن الفاظ محفوظ رہ جا کیں اور معانی کو جن اور اللہ کا کہ کہ کہ کہ کو جا کیں کے اور حقیقت کے اس کے کہ کہ کو جا کیں کا کہ کو جا کیں کے کہ کو جا کیں کے کہ کہ کو کہ کے کو کہ کو کو کہ کو کہ

#### آبات ۱۲ تا ۱۸

﴿ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَاءَ فَظَلُّوا فِيهِ يَعُرُجُونَ ﴿ لَقَالُوۤا اِثَّمَا سُكِّرَ ثَ اَبُصَارُنَا بَلُ نَحُنُ قَوْمٌ مَّسُحُوْرُونَ ﴿ وَلَقَلُ جَعَلْنَا فِي السَّمَاءُ بُرُوْجًا وَّزَيَّتُهَا لِلتَّظِرِيْنَ ﴿ وَحَفِظْنَهَا مِنْ كُلِّ شَيْظِنِ رَّجِيْمٍ ﴾ وَحَفِظْنَهَا مِنْ كُلِّ شَيْظِن رَّجِيْمٍ ﴾ وَكَفِظْنَهَا مِنْ كُلِّ شَيْظِن رَّجِيْمٍ ﴾ وَعَفِظْنَهَا مِنْ كُلِّ شَيْظِن رَّجِيْمٍ ﴾

#### <u>عرج</u>

عَرَجَ يَعُرُجُ (ن) وَعَرَجَ يَعُرِجُ (ض) عُرُوْجًا :اوپر چِرُ هنا۔زیرمطالعہ آیت ۱۴۔

مِعْرَجٌ (نَ) مَعَادِجُ: چِرْصَےٰ کا آلہُ سِرُھی۔ ﴿مِنَ اللّٰہِ ذِی الْمَعَادِجِ﴾ (المعارج:٣)''اللّٰہ کی طرف سے جوسیڑھیوں یعنی بلندیوں والا ہے۔''

عَدِ جَ يَغْدَ بُحُ ( س ) عَرَجًا :لنَّكُرُ انا ُلنَّكُرُ اكر چلنا \_

آغُرَ جُ (اَفْعَلُ الوان وَعِيوب پرصفت ہے) : لنَّارُا۔ ﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْاَعْرَ جِ حَرَجٌ﴾ (النور: ٢١) '' اندھے پرکوئی گناہ نہیں ہےاور نہ ہی لنگڑے پرکوئی گناہ ہے۔''

#### شهب

شَهِبَ يَشُهَبُ (س) وَشَهُبَ يَشُهُبُ (ك) شَهَبًا: سابى مائل سفيد بونا -شَهَبَ يَشُهَبُ (ف) شَهْبًا: گرمی کاکسی کوجلس دینا -

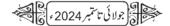
شهاب ج شهه بشعلهٔ انگاره - زیرمطالعه آیت ۱۸ ـ

#### <u>ترجمه:</u>

عَلَيْهِ مْ بَابًا : ان يرايك دروازه

المحمد قرآن المحمد عرآن المحمد المحمد

وَلَهُ فَتَعْنَا : اورا گرہم کھول دیں





فَظَلُّوا فِيْهِ: پھروہ گیس اس میں
لَقَالُوَّا: توضرور کہیں گے
سُرِّرَتْ: مونددی گئیں
بُلُ نَحْنُ: بلکہ ہم
وَلَقَلُ جَعَلْنَا: اور بِشَک ہم نے بنائی ہیں
بُرُوْجًا: (سیاروں کی) منزلیں
لِلنَّظِرِیْنَ: دیکھنے والوں کے لیے
مِنْ کُلِّ شَیْطٰنِ دَّجِیْمِدِ: ہر دھتکارے
ہوئے شیطان سے
مَنِ الْسَتَرَقَ : جس نے چیکے سے چرایا
مَنِ الْسَتَرَقَ : جس نے چیکے سے چرایا
فَا تُنْبَعَهُ: تو ییچے لگتا ہے اس کے

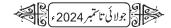
قِنَ السَّهَاَءُ: آسان میں سے
یغوُجُوْنَ: اوپر چڑھنے
اِنَّمَا: کچھنیں سوائے اس کے کہ
اَبْصَادُ تَا: ہماری نگا ہیں
قَوْمٌ مَّسْحُوْرُ وْنَ: جادو کیے ہوئے لوگ ہیں
فِی السَّهَاَءُ: آسان میں
وَّدَیَّتُهَا : اورہم نے مزیّن کیاان کو
وَحَفِظُنْهَا: اورہم نے مزیّن کیاان کو
وَحَفِظُنْهَا: اورہم نے مزیّن کیاان کو

إِلَّا : سوائے اس کے کہ الشَّهُ بِمَّة : سننے کو شِھابٌ مُّہ بِیْنُ: ایک روثن انگارہ

نوٹ: بعض کا قول ہے کہ بُرُو جُاہے مرادسورج اور چاندگی منزلیں ہیں۔ عطیہ کہتے ہیں کہ یہ وہ جگہیں ہیں۔ جہاں چوکی پہرے ہیں جہاں سے سرش شیطانوں کو مار پڑتی ہے کہ وہ بلند و بالا فرشتوں کی گفتگو نہ سکیں۔ فرشتوں کی باتوں کو چوری چوری چوری سننے کے لیے جنات او پر کو چڑھتے ہیں اور وہ ایک کے او پر ایک ہوتے ہیں۔ جو آگے بڑھتا ہے شعلہ اس کو جلانے کے لیے لیا ہے۔ سننے والے کا کام شعلہ بھی تو اس سے پہلے ہی ختم کر دیتا ہے کہ وہ اپنے ساتھی کے کان میں پھے کہ دے۔ اور بھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جلنے سے پہلے وہ اپنے ینچو والے ساتھی کے کان میں پھے کہ دے۔ اور بھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جلنے سے پہلے وہ اپنے ینچو والے ساتھی کے کان میں پھے کہ دے۔ پھر وہ اپنے سے نیچو والے کو اور اسی طرح مسلسل پہنچا دے اور وہ بات زمین تک کے کان میں کے کان اس سے آشا ہوجا کیں۔ پھر وہ اس کے ساتھ سوجھوٹ ملا کر لوگوں میں دون کی آجائے اور جاد وگر یا کا ہمن کے کان اس سے آشا ہوجا کیں۔ پھر وہ اس کے ساتھ سوجھوٹ ملا کر لوگوں میں دون کی لیتا ہے (ابن کثیر ؓ)۔ جب وہ ایک آ دھ ساوی بات سیجی نکلتی ہے تو ان کے معتقدین اسے ان کی سچائی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور جو خبریں جھوٹی ثابت ہوتی ہیں ان سے اغماض برتا جاتا ہے۔ (تر جمدشے البند ؓ)

### آیات ۱۹ تا ۲۵

﴿ وَالْاَرْضَ مَلَ دُنْهَا وَالْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِى وَانْبُتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُونٍ ﴿ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسُتُمْ لَهْ بِرْزِقِيْنَ ﴿ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ \* وَمَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَسُتُمْ لَهْ بِرْزِقِيْنَ ﴿ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ \* وَمَا نُئِلُهُ اللَّهِ عَلَى السَّمَاءِ مَا ءً فَاسُقَيْنَكُمُوهُ \* وَنُولُهُ اللَّهُ عَلَى اللّهِ اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّ







الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَلْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِيْنَ ﴿ وَإِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُ هُمْ ۚ إِنَّهُ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ۞﴾

خزن

خَزَنَ يَخُزُنُ (ن) خَزُنًا :كسى چيز كاوخيره كرنا بجع كرنا\_

خَزِيْنَةٌ نَ خَزَائِنُ: ذخيره كرنے كى جگه خزاند\_زيرمطالعه آيت ٢١\_

خَازِنٌ نَ خَزَنَةٌ 'خزانه كامحافظ اور ذمه دارُ داروغهُ خزا نِحٰل۔ زیر مطالعہ آیت ۲۲۔ ﴿وَقَالَ الَّذِیْنَ فِی النَّارِ لِکَزَنَةِ جَهَنَّهَ ﴾ (المؤمن: ۹۷)''اورکہاانہوں نے جوآگ میں ہیں جہنم کے داروغوں ہے۔''

لقع

اللَّاقِح: ﴿ لَوَاقِح: وه اوْنُنْ جو ماده منوبیکوقبول کرلے۔وہ ہواجس سے درخت/ بادل باردار ہوجا نئیں۔ زیرمطالعہ آیت ۲۲۔

#### تر کیب

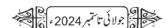
(آیت ۱۹) مَدَدُنَا کا مفعول هَا کی ضمیر ہے اس لیے آلُارُ ض کو اس کا مفعول مقدم مانے کی گنجائش نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آلُارُ ضَ ہے پہلے ایک فعل محذوف مانا جاتا ہے۔ (آیت ۲۰) وَمَنْ دراصل لِمَنْ ہِا ایک فعل محذوف مانا جاتا ہے۔ (آیت ۲۰) وَمَنْ دراصل لِمَنْ ہے اور وَجَعَلْمَنَا ہے متعلق ہے۔ ترجمہ ای لحاظ ہے ہوگا۔ (آیت ۲۱) نُدَیِّلُهٔ کی ضمیر مفعول خَزَائِنُ کے لیے نہیں ہے بلکہ مِنْ شَمْعُ وَ کے لیے ہے۔ (آیت ۲۲) لَوَ الحِجَ اسم الفاعل ہے۔ اس کا مفعول محذوف ہے جو سِحَابًا ہے کو کیکہ آیت کا اگلا جملہ اس کی تائیر کر رہا ہے۔

#### ترجمه:

مَنَ دُنْهَا: ہُم نے (ہی) پھیلایا اس کو فِیْهَا: اس میں وَانْبُتْدُنَا فِیْهَا: اور ہم نے اُگایا اس میں وَجَعَلْمَنَا لَکُمْہِ: اور ہم نے بنایا تمہارے لیے

وجعلت کھر ، اردوم سے بایا جارے مَعَایِشَ : زندگی کے سامان لَّسُتُهُ لَهٰ : تم اوگ نہیں ہوجس کو وَاِنْ : اور نہیں ہے اِلَّا عِنْدَنَا : مُر ہمارے یاس وَالْاَرُضَ : اور (ہم نے پیدائیا) زمین کو وَالْفَدْیَدَا : اور ہم نے ڈالا رَوَاسِیَ : پہاڑوں کو مِنْ کُلِّ شَنی ءَ مَّوْزُونٍ : ہرایک موزوں چیز

> فِيْهَا :اس میں وَمَنْ :اوراس کے لیے بِرزِقِیْن:رزق دینے والے مِّنْ شَیْءَ ؛ کوئی بھی چیز مِّنْ شَیْءَ ؛ کوئی بھی چیز







خَزَ آئِنُهُ: ال كِنزانِ بين

إلَّا: مَكر

وَأَرُسَلْنَا الرِّلْحَ : اورہم نے بھیجا ہواؤں کو فَأَنْزَلْنَا: پرہم نے أتارا مَآءً: يجھ ياني

وَمَا أَنْتُهُ إِن اورتم لوكنهين مو وَإِنَّا لَنَحْنُ : اور بِشَك يقيناً ہم ہى وَنُويْتُ : اورہم ہی موت دیتے ہیں وَلَقَلُ عَلَيْنَا : اوريقيناً ہم جان چکے ہیں من كُم :تم ميں سے الْمُسْتَأْخِرِيْنَ: يَتِحِيرِ سِے والول كو هُوَ يَحْشُرُ هُمْ: جَمْع كرے گاان كو حَكِيْمٌ :حكمت والاب

وَمَا نُنَزِّلُهُ : اور ہم نہیں اتارتے اس کو ( کسی چزکو)

بقَكَادِمَّ عُلُوْمِ : ايك معلوم انداز ع كساتھ لَوَ ا قِعَ: بارداركرنے والى موتے موئے (بادلولكو) مِنَ السَّهَاءِ: آسان سے فَأَسْقَيْنْكُمُونُ : پُرْہُم نے بلایاتم لوگول کو وه (یانی)

لَهُ بِعْ زِنِيْنَ: السَ كَخْزَا كِي نُحْی:زندگی دیتے ہیں

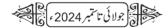
وَنَحْنُ الْوْرِثُونَ: اور ہم ہی حقیقی وارث ہیں الْمُسْتَقُيمِيْنَ: آك برصے والول كو وَلَقَلُ عَلِيْنَا : اوريقيناً ہم جان حِكے ہيں وَ إِنَّ رَبَّكَ : اور بِي شُك آتٍ كارب إنَّهُ: يقييناً وہی

عَلِيْهُ :علم والاہے

**نوٹ**: آیت ۲۴ میں مستقد مین اور متاخرین ہے کون لوگ مراد ہیں'اس کے متعلق مفسرین کی آرا بھتلف ہیں۔ ا کثریت کی رائے رہے کہ مستقد مین وہ لوگ ہیں جونماز کی صفوں میں' جہاد کی صفوں میں اور دوسرے نیک ناموں میں آ گےر ہنے والے ہیں اورمستاخرین وہ لوگ ہیں جوان چیز وں میں پچھلی صفوں میں رہنے والے اور دیر کرنے والے ہیں۔قرطبی نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ اسی آیت سے نماز میں صف اوّل اور شروع وقت میں نماز ادا کرنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول الله سائٹ این نے فرمایا کہ اگر لوگوں کومعلوم ہوجا تا کہ اذان کہنے اور نماز کی صف اوّل میں کھڑے ہونے کی کتنی بڑی فضیلت ہے تو تمام آ دمی اس کوشش میں لگ جاتے کہ پہلی ہی صف میں کھڑے ہوں'اورسب کے لیے جگہ نہ ہوتی توقر عداندازی کرنا پڑتی۔ (معارف القرآن)

## آیات۲۲ تا۳۵

﴿ وَلَقَلُ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنِ ﴿ وَالْجَآنَّ خَلَقُنْهُ مِنْ قَبُلُ مِنْ تَّارِ السَّمُوْمِ @وَإِذْقَالَ رَبُّك لِلْمَلْئِكَةِ إِنِّيْ خَالِقٌ 'بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنِ @







فَإِذَا سَوَّيُتُهُ وَنَفَخُتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْجِي فَقَعُوا لَهُ سَجِدِيْنَ ﴿ فَسَجَدَ الْمَلَّئِكَةُ كُلُّهُمُ أَجْمَعُونَ ﴿ إِلَّا إِبْلِيْسَ \* أَنِي أَنْ يَّكُونَ مَعَ السَّجِدِيْنَ ﴿ قَالَ يَايُلِيْسُ مَا لَكَ أَلَّا تَكُونَ مَعَ السَّجِدِيْنَ ﴿ قَالَ لَمْ أَكُنَ لِإِنْجُدَالِبَشَرٍ خَلَقْتَهُ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَا مَّسُنُونٍ ﴿ قَالَ فَاخُرُ جُمِنْهَا فَإِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿ وَ إِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ إِلَى يَوْمِ الرِّيْنِ ﴿ ﴾

ص ل ل

صَلَّ يَصِلُّ (ض) صَلِيْلًا:(١) كَي چِيزِكا آواز كرنا ـ (٢) كَي چِيز كاسْرنا ـ

صَلَّالٌ (فَعًالٌ کے وزن پرصفت): (قرآن مجید میں اس کے ایک لام کوص میں بدل کر صَلْصَالٌ لکھا گیاہے )۔سڑی ہوئی خشک مٹی جوجتی ہے یعنی آواز کرتی ہے۔زیرمطالعہ آیت ۲۷۔

حمء

حَمَّأَ يَحْمَوُّ (ف) حَمَّأً: كنوي سے كيچر نكالنا۔

حَمَّأٌ (اسم ذات بھی ہے): کیچڑ' گارا۔زیرمطالعہآیت۲۷۔

تحِمَّةُ : دلدل- ﴿ حَتَّى إِذَا بَلَغَ مَغُرِبَ الشَّهْسِ وَجَلَهَا تَغُرُبُ فِي عَيْنِ تَحِمَّةٍ ﴾ (الكهف: ٨٦)
" يهال تك كه جب وه يبني سورج كغروب مونى كى جلّه يرتوانهول ني پايا كه وه غروب موتا به ايك دلدل
والي چشم يس ''

#### ترجمه:

وَلَقَلُ خَلَقُنَا : اور يقيناً بَم نے پيدا كيا ہے مِنْ صَلْصَالِ : الحي صَلَقَ مَلْ سے جو وَ الْجِنَانَّ : اور جِنْ كو مِنْ قَبْلُ : اس سے پہلے وَ اِذْ قَالَ : اور جب كہا لِلْمَالَئِكَةِ : فرشتوں سے خَالِقٌ : تَخليق كرنے والا ہوں قِنْ صَلْصَالِ : الحي صَلَقَ مَنْ سے جو فَإِذَا : پُحر جب

> وَنَفَخُتُ : اور مَيْن پھونک دوں مِنْ رُّوْجِيْ : اپنی روح میں سے لَهٔ : اس کے لیے

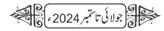
مِّنْ حَمَا مَّسْنُونِ: گَیلےگارے سے ثقی خَلَقُنْهُ: ہَم نے پیداکیااس کو مِنْ تَّادِ السَّهُوْ هِ: لُوکی آگ سے رَبُّكَ: آپ کے رب نے اِنِّیْ: که پیس بَشَرًا: ایک بشر

قِنْ حَمَاً مَّسُنُونِ: گیلےگارے ہے ہے سَوَّیْتُهٔ: بَیۡںنوک بلک درست کرلوں اس کی فیْهے: اس میں

وِيدِ فَقَعُوْا:تُوتم لوِگ گريڙنا

الْإِنْسَانَ: انسان كو

سْجِيدِيْنِ: سَجِدِهِ كَرنِّ واللَّهِ مِوتَّةِ ہُوئے







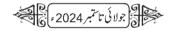
الْمَلَوْكَةُ : فرشتوں نے
اَجْمَعُوْنَ : سب کے سب نے
اَجْمَعُوْنَ : سب کے سب نے
اَبِی : اس نے انکارکیا
مَعَ السَّجِرِیثِیَ : سجدہ کرنے والوں کے ساتھ
اَلَّا بُولِیْسُ : اے البیس
اَلَّا بُولُونَ : کَرُونہ ہوا
قَالَ لَمْدَ اَکُنْ : اُس نے کہا میں نہیں تھا
لِبَشَمِ : ایک ایسے بشر کے لیے
مِنْ صَلْصَالِ : ایسی صَنّی میں ہے جو
مِنْ صَلْصَالِ : ایسی صَنّی میں ہے جو
قَالَ : کہا (الله تعالی نے)
مِنْهَا : اس (جگہ) ہے
دَجِیْمٌ : دھتکارا ہوا ہے
دَجِیْمٌ : دھتکارا ہوا ہے
اللّی فَنَةَ : لعنت ہے
اللّی فَنَةَ : لعنت ہے
اللّی فَنَةَ : لعنت ہے

فَسَجَلَ: پُرسَجِده کیا کُلُّهُمْ : ان کے ہرایک نے الَّا اِبْلِیْسَ: سوائے ابلیس کے اَن یَکُونَ: کہ وہ ہو قَالَ: کہا (اللہ تعالیٰ نے) مَالَكَ: جَجِّے کیا ہے مَعَ اللہ جِدِیْنَ: سجدہ کر نے والوں کے ساتھ کِلُقْتَهُ: 'تُونے تخلیق کیا جس کو قِرْنُ جَمَاٰ مِنْسُنُونِ: کیمیں سجدہ کر وں مِنْ جَمَاٰ مِنْسُنُونِ: کیمیں سجدہ کر وں مِنْ جَمَاٰ مِنْسُنُونِ: کیمیں کیمیں کو فَاخْرُ جُہِ: پُرتونکل فَاخْرُ جُہِ: پُرتونکل فَاخْرُ جُہِ: پُرتونکل وَّانَّ عَلَیْكَ: اور بِشَک تجھ پر وَّانَّ عَلَیْكَ: اور بِشَک تجھ پر اِلْ یَوْمِدِ اللِّیْنِ: بدلے کے دن تک

نوٹ: یہاں قرآن اس امرکی صاف تصریح کرتا ہے کہ انسان حیوانی منازل سے ترقی کرتا ہوا بشریت کے صدود میں نہیں آیا ، جیسا کہ نئے دور کے ڈارون سے متاثر کچھ مفسرین قرآن ثابت کرنے کی کوشش کرر ہے ہیں 'بلکہ اس کی تخلیق کی ابتدا براہِ راست ارضی مادوں سے ہوئی ہے جن کی کیفیت اللہ تعالیٰ نے صَلَصَالِ مِنْ مَنَا مِنْ مَنَا مُنْ مُنَا مِنْ مَنَا مُنْ مُنَا مِنْ مَنَا مُنْ مَانُونِ کَا اَیْکَ بِتَا بنایا گیا تھا جو بننے کے الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ یہ الفاظ صاف ظاہر کرتے ہیں کہ نمیر اُٹھی ہوئی مٹی کا ایک پتلا بنایا گیا تھا جو بننے کے بعد خشک ہوااور پھراس کے اندرروح پھوئی گئی۔ (تفہیم القرآن)

## آیات۲۳۶۶

﴿قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرُ نِنَ إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴾ قَالَ رَبِّ مِمَا اَغُويْتَنِي لَازَيِّنَ لَهُمْ فِي الْارْضِ وَلَا غُويتَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿ اللَّهِ عُلُومِ هَا اللَّهُ عُلُومِ ﴾ قَالَ هَنَا صِرَاطٌ عَلَى مُسْتَقِيْمٌ ﴿ إِنَّ عِبَادِيْ لَيُسَلَّكَ عِبَادَكُ مِنْهُمُ اللَّهُ عَلَى مُسْتَقِيْمٌ ﴿ إِنَّ عِبَادِيْ لَيُسَلَّكَ عَلَيْهِمُ سُلُطَى اللَّهُ عَلَى مِنَ الْعُويُنَ ﴿ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمُ الْجَمَعِيْنَ ﴾ لَمَا عَلَى مَنْ اللَّهُ عَلَى مَنْ الْعُويُنَ ﴿ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمُ الْجَمَعِيْنَ ﴾ لَمَا عِنْ اللَّهُ عَلَى مَنْ اللَّهُ عَلَى مَنْ الْعُويُنَ ﴿ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللّ







قَالَ: (ابليس نے) كہا فَأَنْظِرُ نِنَّ: پس تومهلت دے مجھ کو

قَالَ: (الله نے) كہا مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ: مهلت ديهوؤل ميں سے قَالَ: (ابليس نے) كہا ہمتاً:بسبباس کےجو ڵٲڒؘؾۣڹؘؾ<u>ٙ</u>: *مين*لاز مأسجاؤ*ن* گا فِي الْأَرْضِ: زمين ميں اَجْمَعِيْنَ: سب كےسب كو مِنْهُمُ :ان میں سے

قَالَ هٰنَا: (الله نِي كَهابيه

إنَّ عِبَادِي: بِشُك (بي)مير بند بين عَلَيْهِمُ :ال ير إللامني: الوائ ال كجس في مِنَ الْغُوِیْنَ: گمراہ ہونے والوں میں سے لَهُوْعِدُهُمْ : يقيناً ان كوعد كى جله ب لَهَا: ال ك لي لِكُلِّ بَابٍ: ہردروازے كے ليے

جُزْءٌ مَّ قُسُوْمٌ: ایک تقسیم کیا ہوا حصہ ہے نوٹ ا: شیطان نے اپنے نوٹس ( آیت ۳۹) سے ان بندوں کومشٹنیٰ کیا جنہیں اللہ اپنے لیے خالص فرمالے

حكمت قرآن على المحمد ا

رَبِ :ا عمير سارب إلى يَوْهِر يُبْعَثُونَ: لوكول كوالهائ جانے

کے دن تک

فَإِنَّكَ: پس بِشكتو

إلى يَوْمِرِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِرِ: المعلوم وقت کے دن تک

> رَبِّ: اےمیرے ربّ أغُوِّيْتَنِيْ : تُونِي مَراه كيامجهو

لَهُمُ :ان كے ليے

وَلَا غُوِيَّةٌ هُمُهِ: اور مين لازماً ممراه كرول كا إِلَّا عِبَا ذَكَ : سوائے تیرے بندوں کے الْمُخْلَصِيْنَ: (جو) ملاوث سے یاک کیے

حِرَاطٌ عَلَى مُسْتَقِيْمٌ: مجه پر (يعني مجه تک)ایک سیدهاراستہ

لَيْسَ لَكَ بَهِيں ہے تيرے ليے سُلُطج : كُونَى اختيار

اتَّبَعَكَ: پيروي كي تيري وَإِنَّ جَهَنَّهُ : اوربِ شك جهنم

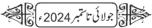
اَجْمَعِيْنَ:سبكسبك

سَبْعَةُ أَبُوَابِ:سات درواز بين

مِّنْهُمُ : ان (گراہوں) میں سے

( آیت ۴ م)۔اس سے پیغلونہی مترشح ہورہی تھی کہ شایداللہ تعالی بغیر کسی معقول وجہ کے جس کو چاہے گا خالص

کرے گا اور وہ شیطان کی دسترس سے نج جائے گا۔اللہ تعالیٰ نے بیے کہہ کربات صاف کر دی کہ جوخود بہکا ہوا ہوگا





وہی تیری پیروی کرے گا ( آیت ا ۴ )۔بالفاظِ دیگر جو بہکا ہوا نہ ہوگا وہ تیری پیروی نہ کرے گا اور وہی ہمارا وہ مخصوص بندہ ہو گا جسے ہم خالص اپنا کرلیں گے۔ تجھے صرف فریب دینے کا اختیار دیا جا رہا ہے' ان پر اقتدار نہیں دیا جارہا کہ توہاتھ کپڑ کرانہیں زبردتی اپنی راہ پر تھینچ لے جائے۔ (تفہیم القرآن)

ان آیات ہے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کے مخصوص اور منتخب بندوں پر شیطانی فریب کا اثر نہیں ہوتا' گر اسی واقعہ میں آدم اور بی بی حوا پر اس کا فریب چل گیا۔ اسی طرح صحابہ کرام بی گئی کے بارے میں آلی عمران : ۵۵ اسے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر بھی شیطان کا فریب ایک موقع پر چل گیا۔ اس لیے آیت مذکورہ میں اللہ کے مخصوص بندوں پر شیطان کا تسلط نہ ہونے کا مطلب ہے ہے کہ ان کے قلوب وعقول پر شیطان کا ایسا تسلط نہیں ہوتا کہ وہ اپنی غلطی پر کسی وقت متنبہ ہی نہ ہوں' جس کی وجہ سے ان کوتو بہ نصیب نہ ہو۔ اور مذکورہ واقعات اس کے منافی نہیں' کیونکہ آدم اور بی بی حوانے تو بہ کی اور بہتو بہ قبول ہوئی۔ اسی طرح صحابہ کرام شیخ بھی تو بہ کی اور انہیں معاف کردیا گیا۔ (معارف القرآن)

نوٹ ۲: جُزُءٌ مَّقُسُوْمٌ کے الفاظ سے بیاشارہ نکلتا ہے کہ جہنم کے مختلف در داز وں سے داخل ہونے والوں کے درمیان ایک خاص نوعیت کی درجہ بندی ہوگی۔اس درجہ بندی کی بنیاد کس چیز پر ہوگی'اس باب میں کوئی قطعی بات کہنا' جبکہ خود قر آن میں اس کی کوئی تصریح نہیں ہے' مشکل ہے۔لیکن ذہن بار بار اس طرف جاتا ہے کہ قر آن نے جن چیز وں کا اصولی مہلکات کی حیثیت سے ذکر کیا ہے' وہ اگر شار کی جائیں تو وہ سات عنوانات کے تحت آتی ہیں اور وہ یہ ہیں: (۱) شرک (۲) قطع رحم (۳) قتل (۴) زنا (۵) جھوٹی شہادت (۲) کمز وروں پرظلم (۷) بغی (گینی بغاوت)۔ (تدبر قرآن) ﷺ

#### هماری ویب سائٹ

#### www.tanzeem.org

پر ملاحظه کیجیے:

🖈 تنظیم اسلامی کا تعارف

🖈 یا نختنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسراراحد کامکمل دور ۂ ترجمہ قر آن

🖈 یانی تنظیم اسلامی اورامیر تنظیم اسلامی کے مختلف خطایات

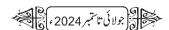
🖈 تلاوت ِقر آن دروسِ قر آن دروسِ حدیث اورخطابات ِ جمعه

🖈 صحیح بخاری صحیح مسلم' موطاامام ما لک اورار بعین نو ویؒ کے تراجم

🖈 میثاق ٔ حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے تازہ اور سابقہ شارے

🖈 اردواورانگریزی کتابیں

🖈 آ ژبورویژبویسش رسی ژیزاورمطبوعات کی کمل فهرست







# رسالة "ظهور العدم بنور القدم"

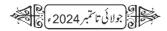
از:مولا نااشرف على تھانوڭ تسهيل وتعليق: مكرم محمود

جملہ موجودات کی اصل واحد تک پہنچنا یا وحدت و کثرت کے باہمی ربط کو تلاش کرنا فلسفہ و حکمت اور مابعدالطبیعیات کے قدیم اور اساسی مسائل میں سے ہے۔اس مسئلہ اور اس سے متعلقہ مسائل میں اگر کوئی رائے'
کوئی تناظر اور کوئی نظام فکر کشف و ذوق وصفائی باطن اور عقل کے ساتھ ساتھ قرآن وسُنّت کے اشارات کے تالع رہتے ہوئے پیش کیا جائے تو اسے نظری تصوف کہا جاتا ہے۔اگر صرف کشف و ذوق اور صفائی باطن پر اساس ہوتو اشراقی فلسفہ ہے۔اگر صرف عقلی نظر وفکر اور تخیل کی مدد سے ہوتو فلسفہ۔مسئلہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود نظری تصوّف ہی کا ایک بنیادی مسئلہ ہے۔

مولا نااشرف علی تھانوی صاحبؓ کارسالہ 'ظہور العدم بنور القدم''اس مسکلہ پرایک نہایت ہی جامع و مانع رسالہ ہے جواس مسکلے کی توضیح و تنقیح نہایت ہی منفر دو کمل انداز سے کرتا ہے۔اس موضوع پر بہت سے رسائل راقم کے زیرِ مطالعہ رہے ہیں لیکن' نظہور العدم بنور القدم'' سے بہتر ہنوز نظروں سے نہیں گزرا۔اس رسالہ کوحفرت مجددالف ثانی صاحبؓ کے ایک کمتوب (جلد دوم' مکتوب اوّل) کی شرح ووضاحت بھی کہاجا سکتا ہے ، جیسا کہ حضرت تھانویؓ کی اپنی عبارت سے بھی واضح ہوجائے گا۔رسالے کے عنوان کے ساتھ ہی اس کو ملّا جامیؓ کی طرف منسوب ایک شعر: ۔۔

کل مافی الکون و هم او خیال او عکوس فی المرایا او ظلال (کائنات میں جو کچھ ہے وہ یا تو وہم و خیال ہے یا آئینہ میں بننے والے عکوس یاسائے ہیں)

کی شرح بھی قرار دیا گیا ہے۔ حضرت تھانو کُ نے اس مسکے کو بہت سے مقامات پر بیان کیا ہے مگر ہر جگہ موقع محل اور مخاطب کی رعایت کی گئی ہے کہ ہر جگہ عارفانۂ من فلسفیانہ گہرائی اور کلامیانہ دفت کے ساتھ اس کا بیان فتنہ اور غلط بہری کا سبب بن سکتا تھا۔ لہٰذانفسِ مسکلہ کونظری سطح پرفکری وفلسفیانۂ مق کے ساتھ معروضی انداز میں بیان کرنا ہمیں اس رسالہ کی زیادہ تشہیر واشاعت نہیں کی گئی اور بیا یک حلقہ احباب باذوق تک محدود رہا۔ بعد میں حضرت تھانوی کے آخری ایام میں جو مجموعہ رسائل'' بوادر النوادر'' کے نام سے چھپا اس میں اسے شامل کردیا گیا۔





اس رسالے کی عبارت کافی مشکل ہے۔ عربی عبارات اور کلامی وعرفانی اصطلاحات کی کثرت ہے'اس لیے
ایٹ استاد کے کہنے پراس کی تسہیل کی کوشش کی گئی ہے۔ عبارت میں اصل متن کے مفہوم کو ذرا آسان الفاظ
میں بیان کرنے کی وجہ سے اکثر جگہوں پر تسہیل شدہ عبارت اصل متن سے تھوڑی طویل ہوگئی ہے۔ عربی عبارات
کا صرف ترجمہ دیا گیا ہے۔ شرح ووضاحت اور معنوی مشکلات کومل کرنے کی جہاں حاجت تھی تو وہاں بریکٹ لگا
کربات کی گئی ہے۔

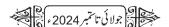
### رسالهمع التسهيل

احقراس مدّعا کوظاہر کرنا چاہتا ہے کہ مسکہ وحدت الوجود والشہود کے مسکہ میں افراط وتفریط کے دوطر زِعمل ہمیں نظر آتے ہیں۔ایک طرف قائلین ہیں جو حدود کی پروا کیے بغیر بہت پچھ کہے چلے جاتے ہیں اور دوسری طرف منکرین ونا قدین ہیں جوحقیقت کونہ جاننے کی وجہ سے بد گمانی کا شکار ہوتے ہیں۔اس افراط وتفریط کی دووجوہات ہیں:

- ا) اس كوصرف كشفي مسئلة مجھنا
- ۲) اس مسئلہ کوان اہلِ کشف کے کلام سے بھھنا جو یا تواپنے احوال سے مغلوب ہیں یابات کرنے پر سیجے قدرت نہیں رکھتے۔

ظاہر ہےان وجوہات سے غلط فہنی پیدا ہوتی ہے۔ پھر آپ جن صاحب کے کلام سے اس مسئے کو سجور ہے ہیں اگران سے حسن طن ہے تو مسئد کا ایک غیر حدود آشنا تصور پیدا ہوجائے گا اور اگر سوء طن ہے تو صاحب کلام سے برگمانی لاز ما پیدا ہوگی۔ ان ہی مفاسد کی اصلاح کے لیے ایسے علاء جو اہل طریقت و تصوف کے معتقد ہیں اور ایسے عارفین جو اصحاب تحقیق بھی ہیں' ہمیشہ کوشش کرتے رہے ہیں۔ علاء کی کوشش کا نتیجہ تو یہ تھا کہ وحدت الوجود کی عارفین جو اصحاب تحقیق بھی ہیں' ہمیشہ کوشش کرتے رہے ہیں۔ علاء کی کوشش کا نتیجہ تو یہ تھا کہ وحدت الوجود کی تعقید تر رہے ہیں۔ علاء کی کوشش کا نتیجہ تو یہ تھا کہ وحدت الوجود کی خوصر فی ایک ہیں' صرف الفاظ مختلف ہیں' کیونکہ وحدت الوجود پر تنقید و ملامت زیادہ ہے جبکہ وحدت الشہود کوصوفیاء کے مخالف گروہوں میں بھی تبول حاصل ہے۔ عارفین کی تحقیق کا حاصل بیتھا کہ اس غلط فہنی وحدت الشہود کوصوفیاء کے مخالف گروہوں میں بھی تبول حاصل ہے۔ عارفین کی تحقیق کا حاصل بیتھا کہ اس غلط فہنی کی بنیاد ہی کو ڈھا دیا جائے' وہی بنیاد جس کو دو وجو ہات کی صورت میں پہلے بیان کیا گیا ہے۔ عارفین اصحاب تحقیق (جو کھا دیا جائے' وہی بنیاد جس کو دو وجو ہات کی صورت میں پہلے بیان کیا گیا ہے۔ عارفین اصحاب کل می مسئلہ ہونا تو معلوم ہے۔ البتہ بیان علی مسئل اور غایب صابل کی اصل اور غایت حادث اور قدیم کے ما مین ربط کی تحقیق ہوتے ہیں (خالص عقلی ہوتے ہیں جہاں عقل کی شرح کے این ہونے یا نہ ہونے پر کوئی مسئلہ ہونا تو معلوم ہے۔ البتہ بیان علی مسئل وہ ہوتے ہیں جہاں عقل کی شرح نے بین جہاں عقل کی شرح کے ما مین ربط کی تحقیق ہوتے ہیں (خالف عقلی مسئل وہ ہوتے ہیں جہاں عقل کی شرح نے بین جہاں عقل کی ۔

اُصولی کلامی مسائل دوطرح کے ہوتے ہیں۔ایک محض عقلی جہاں عقل کسی موقف کو لاز ماً ثابت کرتی ہے۔ مثلاً اس کا ئنات کے لیے ایک خالق وصانع کا وجود اور عالَم کا حادث ہونا وغیرہ۔ دوسرے عقلی غیرمحض کہ یہاں





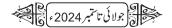


عقل صرف میہ بتاتی ہے کہ بہ بات یا موقف ممکن ہے لیکن ثبوت کے لیے نقلی دلیل کی ضرورت ہے۔ جیسے رویت باری تعالیٰ کامسلہ ہے کے عقل اس کوممکن قرار دیتی ہےاور جوفر قے اسے ناممکن ممتنع قرار دیتے ہیں ان کی نفی کر تی ہے'اگر چیمقل رویتِ باری تعالیٰ کی حقیقت کوبھی نہیں جان سکتی۔ تا ہم عقل کاکسی بات کوممکن قرار دینا یااس توطعی طور پر ثابت کر دینااس بات پرموقوف نہیں ہے کہ وہ اس کی حقیقت کوجھی جان لے ( کیونکہ کسی شے کے وجود کاعلم درجہ امکان میں یا قطعیت کے ساتھ ہوناایک اور بات ہے اور اس کی حقیقت کاعلم ایک دوسری بات )۔

یہ و خبرعلم قدیم (یعنی اللہ سجانہ و تعالیٰ کے علم ) کا مسکہ ہے مخلوق کے علم کی تنہہ بھی آج تک معلوم نہ ہوسکی۔ کوئی اسے مقولہ اضافت ہے متعلق کہتا ہے' کوئی مقولہ انفعال ہے اور کوئی مقولہ کیف ہے۔[ممکنات کومقولات عشرہ (Ten categories) میں منقسم کیا جاتا ہے ایک جو ہر کا اور نوعرض کے۔جو ہر وہ ممکن ہوتا ہے جواپنی ذات کے ساتھ قائم ہوجبکہ عرض بغیرکسی ذات کے نہیں ہوسکتی ۔مثلاً صفات اعراض ہیں اور وہ بغیر ذات کے نہیں ہوتیں ۔مقولہ اضافت' انفعال اور کیف عرض ہی کے متین مقولات ہیں۔ کیف اس عرض کو کہتے ہیں جوا پنی ذات میں نہ تقسیم کوقبول کرتا ہے اور نہ نسبت کؤجیسے سواد( کالاین)' بیاض (سفیدی) جو مادی اجسام کے ساتھ قائم ہوتے ہیں اورعلم وقدرت وغیرہ جومجردات کے ساتھ قائم ہوتے ہیں۔انفعال میں تاثر لینی اثر قبول کرنے کی طرف اشارہ ہے اور مقولہ اضافت میں نسبت کی طرف \_]

اقسامعلم میں سے جوشم سب سے زیادہ ظاہراورنمایاں ہےاس کی حقیقت تک واضح نہیں ہوئی ( غالباً مشاہدہ ک طرف اشارہ ہے جبیبا کہ اگلی عبارت سے معلوم ہور ہاہے ) نےود دیکھنے کی حقیقت کیا ہے'اس میں ہی اختلاف ہے کیکن ان کے ہونے پر تو تمام عقلاء متفق ہیں۔ پس جب کسی بات کو ثابت کرنااس کی حقیقت جاننے پر منحص نہیں تو کسی شے کے بارے میں پیرکہنا کہ میمکن ہے' بالکل بھی اس کی حقیقت و ماہیت جاننے پر منحصر نہ ہوگا۔رویتِ باری تعالیٰ کا مسئلہ بھی ایبا ہی ہے کہ امکان اس کاعقل کے ذریعےمعلوم ہوتا ہے اور ثابت کرنے میں نقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ چنانچے عقلی کلامی مسائل کی ایک قشم ایسی بھی ہوتی ہے۔ وحدت الوجود والشہود کا مسئلہ بھی اسی قشم میں شامل ہے کیونکہ اس میں کشف کاعمل دخل ہے ( یعنی پیمسلہ خالص عقلی نہیں بلکہ عقلی غیر محض ہے )۔

علم کلام کی کتابوں میں اس مسلہ کے نہ ہونے کی وجہ بیہ ہے کہ تنگلمین نے صرف ان مسائل کولیا ہے جوقطعی ہوں۔البتہ کچھظنی مسائل بھی اس کے ذیل میں ضرورت کے تحت آ گئے ہیں ۔جیسے''جزء لایتجزی'' کا مسللہ (ایباجز وجس کا مزید خجزبینه ہوسکے یعنی اس کومزید تقسیم نہ کیا جاسکے ) جوحد وثِ عالم کےمسئلے کے شمن میں آگیا ہے کہ اس سے جسمیت ثابت ہوتی ہے اورجسم حادث ہوتا ہے۔جسم کے حدوث پر دلائل کتب کلام میں موجود ہیں۔ مشکلمین کے ہاں خاص طور پرقطعی مسائل ہی کوموضوع بنا یا گیا ہے۔ بیمسکلے نہ توقطعی ہیں اور نہ بیاس وقت ظاہر ہوئے جب علم کلام کی تدوین ہورہی تھی۔ان عوارض کی وجہ سے انہوں نے ان مسائل کا ذکرنہیں کیا۔ یہ ذکر نہ کرنا ہمارے اس دعوے کو کہ بیرمسائل اصولی اور کلامی کی دوسری قشم (عقلی غیرخالص ) سے ہیں' باطل نہیں کرتا۔ ر ہی یہ بات کہ بیمسائل قشم ثانی میں ہے کس طرح ہیں حالانکہ شکلمین نے وجود کےمسکے کوشم اول (عقلی







محض رخالص) میں ذکر کیا ہے تو ممکنات وحوادث کے لیے وجود کو ثابت کرنے کی کیفیت متکلمین کے زدیک عقلی محض رخالص) میں ذکر کیا ہے تو ممکنات وحوادث کے باوجود عقلی غیر محض کہ اس کا امکان عقل سے ثابت ہوتا ہے اور اس کا ہونا کشف سے (یعنی اس مسلم میں صوفیاء اور شکلمین کے در میان بنیادی اختلاف ہے کہ متکلمین کے نزدیک موجود ات کا وجود بدیمی ہے کین صوفیاء کے نزدیک ایسانہیں ہے۔ اس نزاع کی تفہیم میں اس تفریق سے ہولت ہوجائے گی کہ متکلمین وجود کے مصدری معنی لیتے ہیں یعنی 'جونا'' جبلہ صوفیاء وجود سے مراد' کا بدالموجودیت' لیتے ہیں یعنی وجود مسلم متکلمین کے نزدیک پہلی قسم سے ہے جبلہ صوفیاء کے نزدیک دوسری قسم سے ہے جبلہ صوفیاء

متنکلمین کے ہاں جو دوسری قتم کے مسائل ہیں ان میں اور اس میں اتنا فرق ہے کہ انہوں نے عقل کے ساتھ تنقل میں صرف نصوص قرآن و شنت کولیا ہے مگر صوفیاء نے نصوص کے ساتھ کشف کو بھی۔ مگر اس سے بدلا زم نہیں آتا کہ بیمسلہ عقلی ندر ہے جس طرح روبیتِ باری تعالیٰ کا مسکلہ اس کے باوجود کہ اس کا ثبوت نص سے ہوتا ہے عقلی ہے (عقلی غیر محض و دسری قسم ) ۔ زیادہ سے زیادہ اس بارے میں بیہ ہاجا سکتا ہے کہ چونکہ بیمسکلہ کشف سے سند پکڑتا ہے اس لیے طنی ہے اور طنیات میں بھی اس کا درجہ نہا بیت کمتر ہے 'کیونکہ کشف جیت کے درجات میں سند پکڑتا ہے اس لیے طنی ہوسکتا (یہاں کشف کے حوالے سے اصولی علم حضرت تھا نوی نے بیان فرمادیا ہو اللہ کے اور طنی میں چاہوا حتال صحت کا بہر حال رکھتا ہے ۔ اس لیے اس مسکلہ کوقطعی طور پر باطل قرار دینا علی میں چاہے وہ کسی بھی در بے کا ہوا حتال صحت کا بہر حال رکھتا ہے ۔ اس لیے اس مسکلہ کوقطعی طور پر باطل قرار دینا اس مسکلہ کے مانے والوں کو حتی طور پر گمراہ قرار دینا غلو کا اظہار ہوگا ۔ بیا ولیا ء اللہ سے عداوت کے زمرے میں یا اس مسکلہ کے مانے والوں کو حتی اللہ حین اللہ تعالی سے جنگ کے اعلان کی وعیدا یک صحیح روایت میں آئی ہے ۔

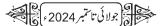
علماءِ ظاہر (مراد متکلمین ہیں جو کشف و ذوق ہے اتی مناسبت نہیں رکھتے ) نے ممکنات وحوادث کے وجود کی جو کیفیت بیان کی ہے وہ قطعی نہیں ہے۔ اگر وہ قطعی ہوتی توصوفیاء کے موقف کو باطل قر اردینا درست ہوتالیکن چونکہ ایسانہیں ہے اس لیے یہ مسکلہ سب کے نز دیک ظفی ہی رہا۔ البتہ پیظنیت اہلِ ظاہر کے نز دیک پہلی قسم سے ہواور اہلِ باطن کے نز دیک دوسری قسم سے (اہلِ ظاہر کے نز دیک پہلی قسم میں ظنیت سے مراد غالباً یہ ہے کہ عقل وہاں لزوم کا اہلِ باطن کے نز دیک دوسری قسم سے لیکن جن دلائل کی بنیاد پر کرتی ہے وہ قطعی نہیں ہوتے۔ واللہ اعلم!) ہم حال عارفین اہلِ تحقیق نے ان غلطیوں کی اصلاح اس طرح فر مائی کہ ان دونوں مسکوں (وحدت الوجود والشہود) کا اپنے بیان سے کلامی ہونا ظاہر فر ما دیا۔

ان تمام بیانات میں سب سے واضح اور قریبی بیان حضرت مجدد الفِ ِ ثانیؒ کا ہے جے انہوں نے اپنے مکتوبات میں ظاہر فر ما یا ہے۔ چونکہ اس میں بھی اس فن (نظری تصوف جس میں حقائق سے عقل و کشف کی مدد سے بحث کی جاتی ہے) کی بہت ہی اصطلاحات آگئی ہیں اس لیے وہ بیان مشکل ہے اور اہلِ ظاہر کے لیے اسے سمجھنا آسان نہیں ہے۔ اس لیے میرے دل میں بیآیا کہ اس فائدے کو عام اور مکمل کرنے کے لیے اس مسئلے کا خلاصہ

38





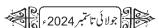


کردیا جائے جس کااصل ما خذمجد دصاحبؒ کے مکتوبات کی جلد دوم کا پہلا مکتوب ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ کو درسی اصطلاحات میں لکھ دوں تا کہ اس سے الی اجنبیت نہ ہو جو ضرر کا باعث ہو۔ اس کو بھی انہی مسائل کی طرح لیا جائے جن کے بارے میں نقل خاموش ہے جبکہ عقل ان کی صحت کا احتمال اجمالی درجے میں رکھتی ہے اور تفصیلی درجے میں اس کی حقیقت کا ادراک نہیں کرسکتی۔ احتیاط تو اس میں ہے کہ چونکہ اس مسئلے کی بنیاد کشف پر بھی ہے اس لیے اس کواس سے بھی کم درجے میں قرار دیا جائے لیکن اس سے اتنا تو ہوگا کہ اولیاء کے حق میں بدزبانی و برگمانی سے تو بچیں گے۔ اللہ بی بچانے والا ہے ہر ناسمجھی اور گمرا ہی ہے۔

#### اصل مقصود کا بیان

تمام اہلی حق بلکہ تمام آسانی ادبیان کی طرف نسبت رکھنے والے جوعالم کو حادث بالذات اور حادث بالزمان مانے ہیں (یہ تھیم سلکمیں کہ نہیں بلکہ حکماء کی ہے۔ متکلمین جب کی شے کو حادث کہتے ہیں تواس سے مرادیہ ہوتی ہے کہ وہ شکلمین کو نہیں بلکہ حکماء کی ہے۔ متکلمین جب کی ہے یعنی اپنے ہونے سے پہلے وہ زبانی طور پر معدوم شک ہی ہے یعنی اپنے ہونے سے پہلے وہ زبانی طور پر معدوم تحل علات کا حکماء ان دومطالب کو الگ الگ بیان کرتے ہیں۔ حادث بالذات ان کے ہاں وہ ہے جواپی ذات کے لیے علات کا محتان کو تو ہو کے مار نہ معدوم کا الگ بیان کرتے ہیں۔ حادث بالذات ان کے ہاں ہوہ ہے جواپی ذات کے لیے علات کا کہ بات واضح ہوجائے کہ عام طور پر تمام آسانی ادبیان کی طرف نسبت رکھنے والے عالم کوان دونوں معانی میں حادث مانتے ہیں۔ ہاں کچھ مخرف فرقوں کی الگ بات ہے ) کہ عالم پہلے مکمل طور پر معدوم تھا 'پھر اللہ تعالیٰ کی تخلیق و حادث مانتے ہیں۔ ہاں کچھ مخرف فرقوں کی الگ بات ہے ) کہ عالم کے وجود کے ساتھ اتصاف و تعلق کی کیفیت میں اختلاف ایجاد سے موجود ہوا۔ البتہ اس موجود ہونے لیعنی عالم کے وجود کے ساتھ اتصاف و تعلق کی کیفیت میں اختلاف ہے۔ اس بارے میں چاراقوال و آراء ہیں۔ ایک علاء ظاہر کا دوسر ابعض حکمائے اسلام کا ۔ تیسر اوحدت الوجود کے قائلین کا جن کے مشہور رئیس شیخ الجرابن عربی ہی ہیں۔ ایمال کے ساتھ اس دعوی کا ظہور پہلے بھی پچھ بزرگوں سے ہوا ہے جیسے بایز ید بسطائی گا ''انا الحق و سبحانی '' کہنے کا واقع مشہور ہے لیکن اس دعوی میں اجمال بھی تھا۔ اور ابہام بھی تھا۔ کمل تفصیل سب سے پہلے شیخ الکرابن عربی آئے ہیاں بی ظاہر ہوئی ہے۔ چوتھا قول و حدت الشہود کے قائلین کا ہے۔ جن کے امام حضرت مجد دالف بنائی ہیں۔

حضرت مجدد صاحب ہے پہلے دوہی اقوال معروف تھے۔ اکثریت پہلے قول پرتھی جو کہ علمائے ظاہر اور مسئلمین کا تھا اور اقلیت تیسر ہے قول (وحدت الوجود / شیخ ابنِ عربیؒ) کی قائل تھی۔ اس تیسر ہے قول میں نہایت احتیاط کی ضرورت تھی (مگر عوام اور شاعروں کے بتھے چڑھنے کی بناپر) اس میں بگاڑ پیدا ہو گیا اور اس نے کفروزندقہ کی صورت اختیار کرلی۔ علماء کو چونکہ بیلوگ کشف سے خالی اور ناوا قف سمجھتے تھے اس لیے ان کے قول کو تو جہ کے لائق نہ سمجھتے اور نہ مانتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اصلاح کا ذریعہ حضرت مجدد صاحب کو بنایا اور کشف کے ذریعے ان پر اس مسئلے کی ایک خاص کیفیت ظاہر ہوئی جس کو انہوں نے بیان کیا۔ چونکہ ان کا صوفی اور صاحب کشف ہونا پر اس مسئلے کی ایک خاص کیفیت ناہر ہوئی جس کو انہوں نے بیان کیا۔ چونکہ ان کا صوفی اور صاحب کشف ہونا سب کے ہاں مسئلے میں کفر و زندقہ کی جو

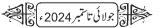






علامات ظاہر ہوگئ تھیں ان کی اصلاح ہوگئ۔اگر چہ علماءِ ظاہر مجد دصاحبؒ کی بھی کامل موافقت نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے قول کو بھی وہ اپنے قول سے ایک گونہ فاصلے پر پاتے ہیں۔ دونوں فریقین میں جومخاط لوگ ہیں وہ اسی اصول پڑمل کرتے ہیں کہ جس چیز کواللہ نے مبہم رکھا ہے اس کو مبہم ہی رہنے دو۔ جن حضرات پر کشف سے پچھ با تیں کھل جاتی ہیں تو گو یا ان کو اس مسئلے میں ابہا منہیں رہتا تو وہ بھی اس اصول کو ترک کرنے والے شار نہ ہوں گے: ﴿ کُلُّ عَلَیٰ شَا کِلَةِ ہِ اللہ مِلْ کُلَّ عَلَیٰ شَا کِلَةِ ہِ اللہ مِلْ کُرتا ہے۔''

اب عالم کے وجود کے ساتھ اتصاف کی ان چاروں کیفیتوں کامختصر بیان کرتا ہوں ۔ آسانی اور وضاحت کے لیے شروع میں ایک مثال بیان کرتا ہوں جس سے وجود سے اتصاف کی کیفیتوں کے بارے میں ان سب اقوال کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔وہ مثال آئینہ کی ہے جوسورج کے بالکل سامنے ہے۔ یہ بے قلعی شدہ آئینہ ہے یعنی شیشہ ہےاوراس کوسورج کے سامنے رکھنے سے چار کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ایک پیر کہ وہ نور آ فتاب سے منور ہوجا تا ہے۔ پیورجس سے آئینہ متصف ہوکر منور ہو چکا ہے نور آ فتاب سے الگ تونہیں ہے۔ بیا یک ہی نور ہے جو آ فتاب کی ذاتی صفت اور آئینہ کی عرضی صفت ہے ( ذاتی صفت وہ ہوتی ہے جوذات کا اقتضاء ہولیعنی ذات میں وہ صفت لازمی یا کی جانی چاہیےاورعرضی صفت وہ ہوتی ہے جوکسی دوسرے کے ذریعے حاصل ہو کی ہواور ذات کا اقتضاء نہ ہو )اوراسی وجہ سےابیاہوتا ہے کہا گرآئینہ کوآفتاب کے سامنے سے ہٹالیا جائے تو وہمنورنہیں رہتا۔ دوسری کیفیت پہ ہے کہ آئینہ آ فتاب کی حرارت سے گرم ہوجاتا ہے۔ بیرحرارت جواب آئینہ کو حاصل ہوگئ آ فتاب کی حرارت سے الگ ہے اگرچہ بیآ فتاب ہی سے حاصل ہوئی ہے۔اسی وجہ سے ایسا ہوتا ہے کہ اگرآ فتاب کے سامنے سے آئینہ کو ہٹالیا جائے تب بھی وہ گرم رہتا ہے۔ تیسری کیفیت پیہے کہ آفتاب کی گول ٹکیا آئینہ کے اندر منعکس نظر آتی ہے اور دلیل سے بیہ بات ثابت ہو چکی ہے کہاں میں جونظر آرہا ہےوہ آفنا ب کاعین نہیں ہے جبیبا کہ ظاہر ہے اور نہاس کا سابیہ اور مثال ہے بلکہ وہم وخیال ہے۔میبذی کے حاشیہ (''ہدایت الحکمہ'' حکمت وفلفے کی مشہور کتاب ہے۔اس کے مصنف ا ثیرالدین ابہری ہیں' جن کے بارے میں کہا جا تا ہے کہوہ امام رازی کے شاگرد تھے۔ ٹلا میبذی نے اس پر حاشید کھاہے۔ بیرحاشید ابھی بھی درس نظامی کے نصاب میں شامل ہے ) میں بھی اس کی تشریح کی گئی ہے کہ آئینہ میں جو خیالی صورت نظر آتی ہے وہ محض وہم ہے اور وہم اس کواس لیے فرض کر لیتا ہے کہ اس کوایک گونہ استقامت حاصل ہوتی ہےاوروہ صورت کے سامنے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہا گر دیکھنے والا اپنی آئکھ بندکر ہے تو پھرآئینے کے اندر کچھ جمپنہیں رہتا۔اگراس میں کوئی صورت ہوتی تو آئکھ بند کرنے سے معدوم کیوں ہوتی ؟ دراصل جب آئینہ پر آئکھ کی شعاع پڑتی ہے تو آئینہ سے ٹکرا کرسورج کی طرف لوٹتی ہے اوراس طرح سے خودسورج ہی نظر آرہا ہوتا ہے گروہم یوں ہوتا ہے کہ آئینہ کےاندرکوئی چیز ہے'ورنہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہے۔ جب حقیقت یہ ہےتو ظاہر ہے کہ آنکھ بند ہونے سے جب شعاع آئینہ پر نہ پڑے گی تو آفتاب کی طرف بھی نہلوٹے گی (یددیکھنے کا پرانالقبور ہے۔جدید سائنس اس کواس طرح بیان نہیں کرتی مگراس ہے نفس مثال پر کوئی فرق نہیں پڑتا )اور آئینہ میں آفتاب کے







نظرآنے کا معیارات بات پرتھا تو اب آفتاب کی صورت بھی آئینہ میں ظاہر نہ ہوگی۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ اس آئینہ کا سابیاس کے مقابلہ میں زمین یا دیوار وغیرہ پر پڑتا ہے 'جس کا وجود نہ تو روثنی اور حرارت کی طرح واقعیت رکھتا ہے اور نہ جو عکس آفتاب کی ٹکیا کا آئینہ میں بن رہا تھا اس درجے میں غیر واقعی ہے بلکہ ان دونوں کے درمیان میں ہے۔ روشنی اور حرارت کے مقابلے میں توضعیف و کمز وراور غیر مستقل مگر آئینہ میں دکھائی دینے والے عکس کے مقابلے میں قوی ومضبوط اور مستقل ۔ مثال یہاں مکمل ہوئی۔

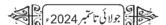
پہلی کیفیت میں آئینہ کے نور کوسورج کے نور کا عین کہیں گے۔ (عین کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کو ایک کہا جائے۔ ان کو ایک دوسرے سے الگ اور ممتاز نہ سمجھا جائے۔ عینیت من کل الوجوہ بھی ہوتی ہے بعنی ہراعتبار سے عین ہونا ورعینیت من بعض الوجوہ بھی ہوتی ہے بعنی ہونا عینیت من کل الوجوہ میں دوئی کا تصوّر ہی محال اورعینیت من بعض الوجوہ ہوتی ہے۔ بہاں بھی عینیت سے مراد من بعض الوجوہ ہو۔ ہواللہ اعلم!) دوسری کیفیت میں آئینہ کی گرمی کوسورج کی گرمی کا غیر کہیں گے اور اسے آئینہ کی وہ صفت ما نیں گے جو بعد میں اس کو حاصل ہوگئی۔ تیسری کیفیت میں جو عکس آئینہ کے اندرسورج کا نظر آر ہا ہے اس کو حض خیالی کہیں گے اور اس کی حقیقت سے واقفیت کے بعد اس کو ایک اعتبار سے معدوم محض کہنا بھی صحیح ہوگا اور ایک اعتبار سے عین اور اس کی حقیقت سے واقفیت کے بعد اس کو ایک اعتبار سے معدوم محض کہنا بھی صحیح ہوگا اور ایک اعتبار سے عین ادر کا مات بالکل واضح اور ظاہر ہیں۔ یہ مثال اور اس کی کیفیات کے مختلف احکام جب سمجھ میں آگئے ہیں تو اب اللہ احکامات بالکل واضح اور ظاہر ہیں۔ یہ مثال اور اس کی کیفیات کے مختلف احکام جب سمجھ میں آگئے ہیں تو اب اللہ تعالی کی مدداورتو فیتی سے اصل مقصود بیان کرتا ہوں۔

علاء ظاہر کہتے ہیں کہ تمام عالم پہلے معدوم تھا'اللہ تعالیٰ نے ان معدومات کواپنے اپنے وقت پر (وقت وزمان خود حادث ہے) اپنی قدرت اور ارادہ سے وجود حادث کے ساتھ متصف کردیا (اس اتصاف سے وہ معدومات موجودات ہو گئے)۔ ان موجودات میں جواستقلال کا مشاہدہ ہوتا ہے تو اس کا مطلب بینہیں کہ ان کواپنے پیدا ہونے اور باقی رہنے کے لیے موجد و محدث یعنی پیدا کرنے والے کی حاجت نہیں ہے کہ بیتو واجب کی خصوصیات میں سے ہے (واجب کو کی دوسرے کی احتیاج نہیں ہوتی' وہ اپنے آپ سے ہوتا ہے) بلکہ اس استقلال سے مراد بید میں سے ہے کہ بیحادث وجود نہ کی موجود کا عین ہے اور نہ اس کا ظل (یعنی وہ فی الحقیقت موجود ہے' کی حقیق وجود کا عین یا اس کا ساینہیں ہے)۔ پس اس وجود کے ساتھ اتصاف کے نتیج میں وہ معدومات حقیقی طور پر موجود ہو گئے۔ بیو جود واجب اور ممکن دونوں کو حاصل تو ہے مگر تشکیک کے ساتھ۔ واجب پراولیت اور اولویت کے ساتھ اور ممکن کے لیے بغیر اولیت اور اولویت کے ساتھ اور ممکن کے لیے بغیر اولیت اور اولویت کے ساتھ اور ممکن کے لیے بغیر اولیت اور اولویت کے ساتھ اور ممکن کے لیے بغیر اولیت اور اولویت کے ساتھ اور ممکن کے لیے بغیر اولیت اور اولویت کے۔ آس رائے کے مطابق وجود گل ہے۔ گلی اس تصور مفہوم کو کہتے ہیں کہ جوثر کت غیر سے افراد بغیر اولیت اور اولویت کے۔ آس رائے کے مطابق وجود گل ہے۔ گلی اس تصور مفہوم کو کہتے ہیں کہ جوثر کت غیر سے افراد کی ماصل تو ہو کہا ہوں نہیں کرتا یہ بنیں کہ تاری کی ہے۔ بیا بیا نسان ہے' بکر بھی انسان ہے' بیا کہ میں کی دوسرے کوثر یہ نہیں کرتا دلیکن انسان یا انسانیت کا تعلق زید' بکر

41

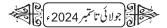






احمد وغیرہ سے برابری سطح پر ہے۔ زید بھی اتنا ہی انسان ہے جتنا کہ بکر تو انسان کی کلی کو ہم کہیں گے کہ بیکی مشکک نہیں ہے بلکہ کلی متواطی ہے۔ اب وجود کی کلی کو دیکھیے۔ مفہوم وجود کانفس تصوّر شرکتِ غیر کا انکارنہیں کرتا۔ واجب بھی موجود ہے جمکن بھی موجود ہے لیکن کیا ان کو ایک جیسا وجود حاصل ہے؟ یقیناً نہیں! تو یہاں ہم کہیں گے کہ وجود واجب اور ممکن کو حاصل تو ہم مرتشکیک کے ساتھ لینی ان کو برابر کے درجے کا یا ایک ہی سطح کا وجود حاصل نہیں ہے۔ واجب کے لیے وجود پہلے ہے نہاوئی ہے۔ تاوئی درجے پر ہے غیر حقیق پہلے اور غیر ذاتی ہے۔ اوّلیت کا معنی بیہ ہے کہ بعض افراد کا اتصاف کلی کے ساتھ علت ہے 'باتی افراد کے اس کلی کے ساتھ انسان انسان کے لیے۔ جیسے ذات باری تعالی کا اتصاف وجود کے ساتھ علت ہے باتی موجودات کے وجود کے ساتھ اتصاف کلی کے ساتھ اتصاف کی کہا ہے جیسے دات باری تعالی کا اتصاف وجود کے ساتھ علت ہے باتی موجودات کے وجود کے ساتھ اتصاف کی کہا ہے جیسے اوپر دی گئی مثال میں کا کہ بیاتھ اتصاف ہوتا تو حقیق ہے مگر سوری کی گری کا موتان ہے۔ اور اس کا غیر کے گری کے ساتھ متصف ہوجانا کہ بیاتھ اتصاف ہوتا تو حقیق ہے مگر سوری کی گری کا موتان ہے۔ اور اس کا غیر کے گری کے ساتھ متصف ہوجانا کہ بیاتھ اور دو کہا تو تو اور موجود ہی کلی ہو اور موجود ہی گئی ہے اور موجود ہی گئی ہو افراد کو تر کی کہا ہو ہود کے ساتھ اتصاف ہوتا ہو جود کے ساتھ کی ہو ہود ہی گئی ہو اور موجود کے تصوّرات ہی ہو جود ایک رہے جیں۔ بس ہے کہ ممکن و واجب کو نہ وجود ایک در جے کی ہے۔ ایک کا وجود ذاتی اور حقیق ہے اور دو سرے کا عاصل ہو اور نہاں کو موجود گئی ہو ہود گئی ہو ہود گئی و وجود گئی ہو ہود کی گئی ہو ہود کی ہو ہود گئی ہو ہود کی ہو ہود گئی ہو ہود گئی ہو ہود ہو ہود گئی ہو ہود ہو ہود گئی ہور دور گئی ہو ہود گئی ہود دور آئی ہود کئی ہوتوں ہوتوں ہود ہود گئی ہود ہود گئی ہود دور گئی ہود کئی ہود ہود گئی ہود ہود گئی

بعض حکما نے اسلام (مسلمان فلسفی) یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے ممکنات کی ماہیات (ماہیت سے مراد حقیقت ہوتی ہے۔ یعنی وہ جس کی بنیاد پروہ شے دوسری اشیاء سے امتیاز حاصل کرتی ہے۔ ماہیت اور وجود کے مباحث مابعد الطبیعیات کے بنیادی مباحث میں سے ہیں کہ ان میں عینیت ہے یا غیریت اصالت وجود کو حاصل ہے یا ماہیت کو وغیرہ) کو وجود دینا چاہا تو ان کو اپنے وجود کے ساتھ (وجو دِ باری تعالیٰ) جواس کی ذات کے ساتھ قائم ہے ایک خاص نبیس ہوائیں اس نسبت و تعلق کی حقیقت معلوم نہیں ۔ کوئی الگ سے وجود ان ماہیات کو حاصل نہیں ہوائیں اس نسبت و تعلق کی وجہ سے وہ ماہیات وجود کے ساتھ متصف ہوگئیں ۔ ان کے نز دیک ممکنات کا اتصاف وجود کے ساتھ الیا ہے جیسے او پردی گئی مثال میں آئینہ جوروثن سے متصف ہوا وہ روثنی یا نور جزئی ہے اور حقیقی ہے جس کے ساتھ آفیاب بالذات موصوف ہے اور آئینہ بالعرض ۔ (یعنی نور یا روثنی کے مفہوم میں یہاں اشتراک نہیں ہے بلکہ وہ ایک واحد خار جی حقیقت ہے جو کہ سورج کی تو ذاتی صفت ہے لیکن آئینہ کے لیے وہ عطائی صفت تو یہاں اشتراک ممکن نہیں ہے بال کرا اس کہ ذات کا اقتصافہ ہوم ہے جو بہت سے افراد کوشامل ہوسکتا ہے۔ مثلاً آئینہ بھی منور ہے اور تو کی رہیں ہیں اس طرح یہا گئی ہیں ہے۔ ) اس طرح یہوگ وجود کو جزئی حقیق کہتے ہیں اور موجود کوگلی (یعنی وجود ایک حقیقت واحدہ ہے ۔ اس سے نسبت رکھنے والے وجود کو جزئی حقیق کہتے ہیں اور موجود کوگلی (یعنی وجود ایک حقیقت واحدہ ہے ۔ اس سے نسبت رکھنے والے وجود کو جزئی حقیق کہتے ہیں اور موجود کوگلی (یعنی وجود ایک حقیقت واحدہ ہے ۔ اس سے نسبت رکھنے والے







موجودات کثیر ہو سکتے ہیں۔ یعنی موجود ایک کلی تصور ہے جس کے مفہوم میں ایک سے زائد افراد شامل ہو سکتے ہیں)۔ اس کی حقیقت تو ان کو معلوم نہیں ہے مگر دلیل کی وجہ سے اس کے قائل ہو گئے۔ میبذی نے اس کو'' ھدایة الملے کھنا '' (اثیر الدین الا بہری) کی ایک فصل جس کا عنوان ہے'' ممکنات واجب کے ساتھ وجود میں اشتراک نہیں رکھتی ہیں'' میں سب سے پہلے حکما محققین کا مذہب بیان کیا ہے کہ'' وجود مطلق یعنی' ہونا' طبعی نوع کی طرح نہیں ہے کہ وہ وجود پر جوعین ذات ہے اور ممکنات کے وجود پر صادق آئے بلکہ وہ ان پر ایک عرض کی طرح نہیں ہے کہ وہ وجود پر جوعین ذات ہے اور ممکنات کے وجود پر صادق آئے بلکہ وہ ان پر ایک عرض کی طرح نہیں ہے کہ وہ وجود پر جوعین خواری ایرائی ہوگا ہو وجود مطلق سے کہ وہ وہ وجود اجب جوعین دات ہے اور وجود موجود ات پر صادق آئے بلکہ وہ عرض' جو خارج از باہیت ہوتی ہے' کی طرح لاحق ہوگا و جود واجب اور موجود ات ہو تا تھا تھی کے ساتھ ۔ لیعنی برابر درجے پر نہیں ہوگا تو واجب اور ممکن کوایک سطح پر موجود نہیں کہا جا ساتا۔) موجود ات ممکنات کو تشکیل کے ساتھ ۔ لیعنی برابر درجے پر نہیں ہوگا تو واجب اور ممکن کوایک سطح پر موجود نہیں کہا جا ساتھ ۔ یہ بیال نقل نہیں کی ۔ اس عبارت میں وہ کی مسلک ایک عبارت میں نقل کرتے ہیں (کمل عبارت حضرت تھا نوی نے بیال نقل نہیں کی ۔ اس عبارت میں وہ کی ہوئی مثال کی ساتھ ۔ یہ بیال نقل نہیں کی ۔ اس عبارت میں وہ کی ہوئی مثال کی ہے جو پہلے بعض حکما ء ہیہ کہتے ہیں کی عنوان سے بیان کیا گیا ہے جس کا اس رسالہ میں دی گئی مثال اور اس کے ذریعے سے محتلف مواقف کی تو خوتی ہوئی متال میں کیا گیا ہے جس کا اس رسالہ میں دی گئی مثال اور اس کے ذریعے سے محتلف مواقف کی تو خوتی ہوئی ہوئی ہیں ۔

یدو مذاہب علماءاور حکماءِ اسلام کے تھے۔اب جہاں تک بات ہے اہل کشف کی تو وہ اپنے کشف اور ذوق کی بنیاد پر ممکنات سے وجود کی مکمل طور پر نفی کرتے ہیں ( یعنی ممکنات کو حقیقنا وجود حاصل ہی نہیں ہے )۔کشف کے دعویٰ کو پر کھنے کا ذریعہ چونکہ ہمارے پاس نہیں ہے اس لیے صرف ان کے قول ہی کی تصدیق کی جاتی ہے۔ باقی اپنے ذوق کو انہوں نے اس طرح بیان کیا ہے کہ تمام خیرات اور کمالات کی اصل و بنیا دوجود ہے اور تمام شرور و تقائص عدم سے پیدا ہوتے ہیں۔ جب تمام خیرات و کمالات اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہیں تو ان کی اصل و بنیا دیعیٰ وجود بھی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت ہوگا۔ ممکنات کے لیے وجود کو ثابت کرنا ایک درجے میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشراکت کو ظاہر کرتا ہے۔اگر چو علماء کا جواب بالکل واضح ہے کہ جب وجود اور اس کے تالیج خیرات و کمالات اللہ تعالیٰ کے ساتھ اقتضاء نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کے گئے ہیں اور درجہ کمال پر ثابت ہیں اور ممکنات کے لیے بیان کی ذات کا اقتضاء نہیں ہوتی ' مگر صوفیاء اپنے اس کی ابنی کی طرف سے عطا کے گئے ہیں اور درجہ تقص پر ثابت ہیں تو اس سے شراکت تو ثابت نہیں ہوتی ' مگر صوفیاء اپنے اس کی اپنی ذوتی کی بات کرتے ہیں اس لیے اس معالمہ میں ان سے اختلا ف نہیں کیا جا سکتا۔ بیذ دوتی کی قطعی عقلی یا تقلی دلیل کے خلاف بھی نہیں ہوتی کہ بیان کے لیے اس کے قائل ہونے کی گئوائش جے۔ (اگر کسی دلیل قطعی کی مخالف ہوں تو تو ہی کو مال ہونے کی گئوائش ہے۔ جس درجہ امکان میں ہے تو تائل ہونے کی گئوائش ہے۔ جس درجہ امکان میں ہے تو تائل ہونے کی گئوائش ہے۔ جہاں سے ہمیں حضرت کی کمال احتیاط کا اندازہ ہوتا ہے کہ علاع ظاہر اور صوفیاء ہر دوطبقوں پر حف



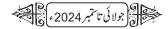


نہ آئے۔)دلیل عقلی کے خلاف نہ ہونا تو ظاہر ہے۔ چنا نچہ بعض حکماء خود ممکنات سے اتصاف بالوجود کی نفی کرتے ہیں 'جیسا کہ میں نے فاضل میبندی کی عبارت پہلے نقل کی ہے۔ (اس عبارت سے اتصاف بالوجود کی نفی اس حیثیت سے ہوتی ہے کہ وجود اس کا ذاتی نہیں ہوتا' باتی ممکنات حقیقاً موجود ہوتے ہیں۔ یہیں سے صوفیاء اور حکماء کا فرق واضح ہوتا ہے کہ صوفیاء کے جاس ممکنات حقیقاً موجود ہی نہیں ہیں۔ واللہ اعلم!) اگر چہان کے دلائل کے بعض مقد مات میں کلام ہوسکتا ہے مگر اس مسکلہ کا خلاف عقل نہ ہونا تو ثابت ہوجاتا ہے۔ خلاف نقل نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ نقل الیسی باریک باتوں اور تفصیلات کو بیان نہیں کرتی 'وہ موجود ہونے کے ساتھ جوا حکامات متعلق ہیں ان کو ظاہر کرتی ہے۔ واحکامات وجود کے ساتھ جوا حکامات وجود کے ساتھ حقیق ہیں ان کو ظاہر کرتی ہے۔ اس لیے یہ مسکلہ خلاف نقل بھی ثابت نہ ہوا۔

خلاصہ بیہ کہ ان کے نزدیک وجود صف اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے۔ ممکنات کواگر چہوہ موجود کہتے ہیں مگراس کا پہ مطلب نہیں کہ وجود ان کی صفت ہے بلکہ ان کی مراد بیہ ہے کہ ممکنات کو وجود سے ایک نسبت اور تعلق حاصل ہے۔ اس کی حقیقت تو معلوم نہیں مگر بعض جہات اوراد کا معلوم ہوئے ہیں جن کو مختلف طریقے پر بیان کردیا گیا ہے 'جیسا کہ آ گے وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے بیان میں واضح ہوجائے گا۔ محض حقیقت معلوم نہ ہونے سے جوا شکالات واعتر اضات پیش کیے جاسکتے ہیں تو اس سے تو متکلمین بھی محفوظ نہیں ۔ جیسے مسکلہ ایجاد بالاختیار (اللہ تعالیٰ کا اپنی قدرت واراد سے سے کلوقات کو پیدا کرنا) پر فلاسفہ نے متکلمین پر سخت اشکالات واعتر اضات کے ہیں گران کے کافی جوابات متکلمین نہیں ہوا (فلاسفہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کوموجب بالذات یا علت تامہ کہتے ہیں کہ اس سے موجودات اور معلولات کا صدور ایجاد واختیار نے ہیں ہوتا بلکہ تعالیٰ کوموجب بالذات یا علت تامہ کہتے ہیں کہ اس سے موجودات اور معلولات کا صدور ایجاد واختیار نے ہیں ہوتا بلکہ بھی صوفیاء ہوتا ہے۔ یعنی میمکن نہ تھا کہ گلوقات وجود میں نہ آئیں۔ متکلمین اہلِ صنت کے خوابات و یہ ہیں جن میں سے چھوکا ذکر آ گے اس کی ذات کا اقتصاء ہوتا ہے۔ یعنی میمکن نہ تھا کہ گلوقات وجود میں نہ آئیں۔ متکلمین اہلِ صنت کے خوابات و یہ ہیں جن میں سے چھوکا ذکر آ گے کہا تھر مصوفیاء کی میں سے بھر کھو کا کہا ہیں صوفیاء متحق ہیں اور وجود کے تعدد کے انکار پر پچھ حکماء بھی صوفیاء میا سے متحقی کا کہرا ہن عرب آئی کا ہے اور دوسرا کے ساتھ متفق ہیں ۔ صوفیاء کے آ گے اس مسللے پر دو مذا ہب ہیں۔ ایک مذہب آئی اکرا ہن عربی گا کہ اور دوسرا فیڈ ہیں۔ حضرت مجد دالف ثانی گا۔ (جاری ہے)



قرآن حکیم کی مقدس آیات اورا حادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور دعوت و تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔لہذا جن صفحات پر بیرآیات درج ہیں ان کو سیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔







# ہمارےعقائد پرجدید تعلیم کےاثرات

### يروفيسر ڈاکٹررشیدارشد

اس موضوع کوہم دوحصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلاحصہ''ہمارا تعارف کیا ہے اور ہماراتصوّ عِلم کیا ہے؟'' دوسراحصہ'' جدیدتصویِلم اور ہمار سے عقائد پراس کے اثر ات''

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہمارا بنیادی تعارف ' عبداللہ' کا ہے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں۔ یہی ہمارا جو ہراورہاری اصل ہے۔ ایک عرصے سے ہمارے ہاں فیشن سابن گیا ہے اور یہ بات بہت زیادہ کہی جاتی ہے کہ ہمارا اوّلین تعارف انسان ہونا ہے جبہ مسلمان عیسائی 'ہندو' سکھ اور پارس ہونا بعد کا ایک تعین ہے۔ اس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ انسانیت کو ہم اپنے ' ' جو ہر' کے طور پر دیکھتے ہیں' حالا تکہ یہ بات درست نہیں ہے۔ ہمارا جو ہر حقیقت میں انسان ہونا نہیں بلکہ ' عبر' یعنی بندہ ہونا ہے۔ فلفے اور منطق میں وجود کے متعلق دو اصطلاحات مقیقت میں انسان ہونا نہیں بلکہ ' عبر' یعنی بندہ ہونا ہے۔ فلفے اور منطق میں وجود کے متعلق دو اصطلاحات ' واجب الوجود کا ہونالازی ہے اور نہ ہونا ہے۔ یہ وہ وجود ہے جواپی بنیاد پرخود سے قائم ہے۔ فلفے میں اس کو necessary being کہاجا تا ہے۔ ایک ہے ممکن الوجود ہی ہا جا تا ہے۔ ایک ہے ممکن الوجود ہی ہوسکتا ہے اور نہیں تھا ' پھر ہوا' پھر نہیں ہوگا' یمکن الوجود ہے۔ لہذا جس طرح اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے الہذا جس طرح اللہ تعالیٰ واجب الوجود ہے اور نہیں تھی ہوسکتا ہے اور نہیں تھا' تھر ہوا اللہ میں ایک ہی نسبت ہے کہ وہ خالق ہور باقی سب عبد ہیں۔

ہمیں زندگی کے ہرمعا ملے میں اس بات کود کھنا ہے کہ اس وجود یعنی ہتی کے تصوّر کا میری بندگی کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اگر میں بنیادی طور پر ایک مذہبی وجود ہوں تو اب مجھے ہر چیز کو ای نظر سے دیکھنا ہے۔ مجھے ید یکھنا ہے کہ جو پچھ میں اختیار کر رہا ہوں 'چاہو وہ کوئی چیز ہو یا کوئی تصوّر 'یہ میر ہے مذہبی وجود کو یا میری بندگی کے وجود کو کہیں کوئی نقصان تو نہیں پہنچارہا' اس کو متاثر تو نہیں کر رہا۔ یہ گو یا میر اسب سے بڑا مسئلہ ہونا چاہیے۔ اصولِ فقہ میں مقاصدِ شریعت بیان کیے جاتے ہیں تو اس میں بتایا جاتا ہے کہ سب سے پہلے حفظ وین یا حفظ ایمان ہے' پھر حفظ نفس یا حفظ جان' اس کے بعد حفظ نسل 'حفظ مال اور حفظ آبر وہیں۔ یدر جہ بندی اس اعتبار سے ہے کہ شریعت کے سارے احکام ان پانچ میں سے کسی نہ کسی در جے کے تحت آئیں گے۔ لہذا یہاں یہ دیکھنا اہم ہے کہ سب سے بڑا فرض ایمان بچانا ہے۔ یہاں تک تو ہمارا تعارف تھا کہ ہم'' اللہ کے بندے' ہیں۔ اب ہم تصوّر علم کی طرف آتے ہیں۔ تعلیم کے اندر غیر معمولی تاثیر ہوتی ہے' یعنی اس کا پوراعمل انسان کی تشکیل کرتا ہے۔ انسان کا ظاہر ی



وجوداس کے ماں باپ کا پروردہ ہوتا ہے'اور باطنی وجود کی پرورش معلم کرتا ہے۔ بقول علامہ اقبال: شخ کمتب ہے اک عمارت گر جس کی صنعت ہے روحِ انسانی اورتعلیم کی تاثیر برعلامہ اقبال کاشعرد کیصے:

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اس کی خودی کو ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے اسے پھیر تا شیر میں اکسیر سے بڑھ کر ہے یہ تیزاب سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے اک ڈھیر

یہاں علامہ اقبال جس تعلیم پر گفتگو کر رہے ہیں اس کی تا ثیر منفی ہے ٔ یعنی پیعلیم سونے کے پہاڑ کومٹی بنادیت ہے ٔ اور اس کا برعکس بھی ٹھیک ہے کہ مٹی کا ایک ڈھیر ہواس کو تعلیم دے دیں ' شعور دے دیں تو وہ سونے کا ہمالہ بن سکتا ہے۔ ایک اور جگہ وہ فرماتے ہیں :

> اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم ایک سازش ہے فقط دین و مروّت کے خلاف

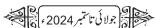
> > یہاں کلیسا سے مراد چرچ نہیں بلکہ جدید مغرب ہے۔

شعوراور وجود کی ایک پرانی تقسیم ہے کیعنی انسان کی شخصیت میں ایک وجود ہے اور ایک شعور ہے ایک علم ہے اور ایک شعور اور ایک میں سلے گی۔ قر آنِ مجید میں جگہ جگہ ایمان اور عملِ صالح کا ایک جوڑ انظر آتا ہے۔ ایمان کا تعلق فکر 'شعوراور تصور سے ہے جبکہ عمل صالح کا تعلق وجود اخلاق اور عمل سے ہے۔ علامہ اقبال کے خطبات The Reconstruction of Religious Thought in Islam کے ابتدا سے کا پہلا جملہ ہی بہی ہے کہ:

The Islam is a religion which emphasizes 'deed' rather than 'idea.'

# اسلام كانضوّ رعلم

اسلام میں علم سے مراد ہے کہ انسان بیرجان لے کہ وہ فلوق ہے وہ فانی ہے اور بیکی جان لے کہ کا ئنات مخلوق ہے اور بیکی جان لے کہ کا ئنات مخلوق ہے اور فانی ہے۔ مرنے کے بعد ایک عالم برپا ہوگا اور وہاں پر ایمان اور عملِ صالح کی بنیاد پر احتساب ہوگا۔ پھریا توابدی راحتیں ہیں یا ابدی سزا ہے۔ قرآن مجید جس کو' انعلم'' کہتا ہے اس سے مراد بیعلم ہے۔ وہ صرف ونحو منطق اور فقہ کاعلم بھی نہیں ہے اور نہ ہی وہ قرآن اور حدیث کا ٹیکنیکل معنوں میں یعنی تفیر اور علم حدیث کا علم ہے۔ امام بخاری نے ''الجامع الصحیح'' میں ایک ترجمۃ الباب قائم کیا ہے: العِلْمُ قَبْلُ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ' کہ پھے کہنے اور کرنے ہیں: ﴿فَاعْلَمُهُ لَهُ اللّٰهُ اللّٰهُ فَاعْلَمُهُ کَا اللّٰهُ اللّٰہُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰہُ ہے۔ اللّٰ اللّٰہ اللّٰہُ الل







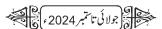
آنگهٔ لَا إِللهَ إِلَّا اللهُ ﴾ (آیت ۱۹) ' 'جان لو که الله کے سوا کوئی معبود نہیں ہے' ۔ ای طرح ہمارا تصویم تو یہ ہے: ﴿ قُلُ هَلُ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ وَالِے اور نہ جانے والے سے مراد فرکس' کیمسٹری' بیالو بی اور جونہیں جانے سب برابر ہیں؟' بیہاں جانے والے اور نہ جانے والے سے مراد فرکس' کیمسٹری' بیالو بی جیالو جی اور اسٹرانو می جانے والے یا نہ جانے والے این ہیں۔ یہاں مجے وبی ہے جوقر آن مجید دوسری جگہ کہتا ہے: ﴿ وَالْكِنَّ الْمُنْفِقِيْنَ لَا یَعْلَمُونَ ﴾ (المنافقون ) ''لیکن یہ منافق لوگنہیں جانے ۔' تو وہ کون ساتفقہ ہے جس کی بات قر آن کر رہا ہے؟ وُنیاوی معاملات میں تو وہ لوگ بہت سمجھ دار سے' چال بازیاں آتی تھیں' لہٰذا کیا چیزان کے لیے نہیں پڑ رہی : ﴿ وَالْکُونَ اللّٰهُ وَالّٰذِینَ اَمْنُوا وَمَا یَغْکَ کُونَ اِلّٰہُ اَنْفُسَهُمُ وَمَا یَشُعُرُونَ ﴿ ﴾ (البقرة ) ''وہ الله کواور ﴿ وَاقِی ) ایمان لا چی ہیں دھوکا دیتے ہیں اور (حقیقت تو یہ ہے کہ ) وہ اپنے سواکسی اور کو دھوکا نہیں ان بیس اس بات کا حساس نہیں ہے۔' ہماراکل تصویر علم یہ ہے۔

بطور مثال ایک واقعہ ملاحظہ ہو کسی نے امام حسن بھریؒ سے کہا کہ آپ تو بیہ کہتے ہیں اور فلال فقیہہ یہ کہہ رہے ہیں ۔انہوں نے فرمایا:

تَكِلَتُك أَمُك، وَهَلْ رَأَيْت فَقِيهًا بِعَيْنِك؟ إِنَّمَا الْفَقِيهُ الزَّاهِدُ فِي الدُّنْيَا الرَّاغِبُ فِي الْآخِرَةِ، الْبَصِيرُ بِدِينِهِ الْمُدَاوِمُ عَلَى عِبَادَةِ رَبِّهِ، الْوَرِعُ الْكَافُّ عَنْ أَعْرَاضِ الْمُسْلِمِينَ، الْآخِرَةِ، الْبَصِيرُ بِدِينِهِ الْمُدَاوِمُ عَلَى عِبَادَةِ رَبِّهِ، الْوَرِعُ الْكَافُّ عَنْ أَعْرَاهِمْ النَّاصِحُ لِجَمَاعَتِهِمْ.(رد المحتار على الدر المختار،ج:١، ص:٣٧)

''تمہاری ماں تمہیں روئے'تم نے بھی زندگی میں فقیہہ دیکھا بھی ہے یا بس صرف فقاہت کا نام ہی سن لیا ہے؟ فقیہ تووہ ہے جود نیا میں زبداختیار کرتا ہے' آخرت کی طرف رغبت کرتا ہے' اپنے دین کی بصیرت رکھتا ہے' اپنے رب کی بندگی پر مداومت کرتا ہے' صاحب ورغ ہے یعنی شبہات سے بچتا ہے' مسلمانوں کی عزتوں کو بے آبر وکر نے سے اپنے آپ کوروکتا ہے' ان کے اموال کے بارے میں عفت مآب ہے اور ان کی جماعت کے ساتھ خیرخواہی کرنے والا ہے۔''

ان فی بما مت سے مل کے گفتگو میں '(بعلم' کی تعریف سامنے آئی' لیکن اس کے علاوہ اور بھی علوم ہیں۔ اگر آپ اس کی درجہ بندی اور مرا تب بمجھنا چا ہیں تواما مغزالی کی کتاب'' إحیاء علوم الدین' کے پہلے باب'' کتاب العلم' کو تفصیل سے بندی اور مرا تب بمجھنا چا ہیں تواما مغزالی کی علمی سوائح ''المنقذ من الصلال '' ایک چھوٹا سارسالہ ہے جو بڑھ لیس۔ اگر بزی میں مطلوب ہوتو امام غزالی کی علمی سوائح ''المنقذ من الصلال '' ایک چھوٹا سارسالہ ہے جو انگریزی میں اس کے کئی تراجم موجود انگریزی میں امام غزالی نے علوم کی اقسام بتائی ہیں' اس کا مطالعہ کریں۔ انہوں نے اس میں فلفے اور اس کی اقسام مثلاً ' الدھریون ' طبیون ' الملیون وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔ ڈاکٹر بر بان احمد فاروقی صاحب بڑے فاضل آ دی شے۔ انہوں نے ایک اصطلاح متعارف کروائی '' یہ متن یعنی قرآن وئٹ کاعلم ہے۔ ایک علم ہے۔ ایک علم ہے۔ ایک اللہ و ساتعداد کا زائیدہ علم'' یعنی وہ علم جو انسانی استعداد سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک اللہ و ساتھداد کا زائیدہ علم'' یعنی وہ علم جو انسانی استعداد سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک اللہ و ساتھداد کا زائیدہ علم'' یعنی وہ علم جو انسانی استعداد سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک اللہ و ساتھداد کا زائیدہ علم'' یعنی وہ علم جو انسانی استعداد سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک اللہ و ساتھداد کا زائیدہ علم'' یعنی وہ علم جو انسانی استعداد سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک اللہ و ساتھداد کا زائیدہ علم'' یعنی وہ علم جو انسانی استعداد سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک اللہ و ساتھداد کا زائیدہ علم'' یعنی وہ علم جو انسانی استعداد سے پیدا ہوتا ہے۔ ایک اللہ علم اللہ و ساتھداد کا زائیدہ علم'' اللہ علی وہ علم جو انسانی استعداد کیدا ہوتا ہے۔ ایک اللہ علی وہ علم جو انسانی استعداد کی جیدا ہوتا ہے۔ ایک اللہ علی اللہ ع



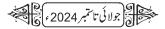




بات شروع ہوگی۔ تبلیہ تفہیم بھیں اور ایک اور افظ ہمارے اسافہ کہتے تھے تحویل کہ سب سے پہلے آپ مان لیں پھر سہ جویں پھر اس پڑمل کریں اور پھر تحویل کو وہ حال کے معنیٰ میں بیان کرتے ہیں حالانکہ بیم معروف استعال نہیں ہے۔
سہجیں پھر اس پڑمل کریں اور پھر تحویل قبلہ وغیرہ ۔ چنا نچر تحویل اس معنوں میں کہ جیسے اس کو اپنا حال بنالیس۔
تحویل کا مطلب تو مڑنے کا ہوتا ہے جیسے تحویل قبلہ وغیرہ ۔ چنا نچر تحویل اس معنوں میں کہ جیسے اس کو اپنا حال بنالیس۔
اگر آپ نے و کھنا ہو کہ ہمارے علوم کی نوعیت کیا ہے تو ایمان معنوں میں کہ جیسے اسلام کا مطلب ہمیں
اگر آپ نے و رکھنا ہو کہ ہمارے علوم کی نوعیت کیا ہے تو ایمان کے طور پر ہمارے لیے بہ جا اسلام کا مطلب ہمیں
الکھند قبی کنڈ چی والم کیڈ ب پیلوگ ''سچائی نجات و یتی ہے اور جھوٹ ہلاکت میں ڈالٹا ہے۔' بیر گو یا ایمان کی
سطح پر ہے ۔ پھر آپ کو بچ بولنا ہے اور جھوٹ سے پچنا ہے ۔ بیرایک مل ہے ۔ پھر آپ کو بچا بنا ہے۔' یو بولنا اور سچا بننا
میس کہ ایک انسان بچ بولنا ہے اور بولنا رہتا ہے ' بچ کا اہتمام کرتا ہے بہاں تک کہ: ((یک گذب عند اللہ و سیدیقاً)) ''اللہ کے ہاں سچا کھو لیا جا تا ہے۔' بیر جو بنے کا ممل ہے ، جونے کا عمل ہے بیر ہمارے ہاں علم کا آخری
درجہ ہے کہ وہ علم ہم نے قبول کیا اس کے بعد اس پر عمل کیا اور پھر اس کو اپنا حال بنایا ۔ لہذا یہ ہمارے ہاں علم کا تحری
تصور ہے۔ جود وہ سرے علوم ہیں ہم ان کو بھی ٹھیک کہتے ہیں کہ آئیس بھی حاصل کرنا چاہے' لیکن جب ہم' ' العلم' السے بیا جا ماری روایا ہے میں آتا ہے اس سے قال اللہ اور قال الرسول مرادہ وتا ہے۔ اب اس کے بعد آپ و نیا

مثال کے طور پرارسطوکوا گرآپ پڑھیں تو وہ سب سے پہلے علم کے مقاصد پر بات کرتا ہے کہ مقاصدِ علم کیا اسلامو نے سب سے بنیادی مقصد' سعادت' قراردیا ہے۔ عام طور پراس کا ترجمہ happiness کیا جاتا ہے'جو درست نہیں ہے۔ اصل میں سعادت وراد یا ہے۔ عام طور پراس کا ترجمہ Contemplation of the reality ہوتی ہے' جو درست نہیں ہے۔ اصل میں سعادت سے اونچا درجہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ محاصل ہوتی ہر جس کا مطلب ہے حقیقت کبریٰ پرغور کرنا۔ یہ سب سے اونچا درجہ ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اضافی زندگی بسر کریں۔ارسطونے'' فیکن' کو تیسرا درجہ قرار دیا ہے جس کو ہمارے ہاں شیکنالوجی کہا جاتا ہے' یعنی طاقت۔ اس دنیا میں آپ رہ رہے ہیں تو جو ضرور تیں آپ سے وابستہ ہیں آپ ان سے اس دنیا کو تلاش کریں گے۔ آگ کی ضرورت پڑگئی تو آپ نے دو پھر رگڑے اور اس سے آگ نکل آئی۔ اسی طرح آپی ضرورت کے لیے آپ نے ضرورت پڑگئی تو آپ نے دو پھر رگڑے اور اس سے آگ نکل آئی۔ اسی طرح آپین ضرورت کے لیے آپ نے کیے ہیں اسی کرتے ہیں۔

اس وقت مغرب کا جوتصوّ مِعلم ہے اس میں پہلی دو چیزوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔اس وقت علم کامقصود طاقت ہے' یعنی پیش گوئی کے ذریعے کنٹرول۔ بیسائنس ہے۔اسی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ فزئس اور کیمسٹری کےعلم میں







طے شدہ نتائج ہیں' بنے بنائے سانچے ہیں۔ آپ پیش گوئی کرسکتے ہیں تو اختیار بھی حاصل کرسکتے ہیں۔ آج جو مولوی لوگ ہیں ان کے پاس کون ساعلم ہے؟ یہ ہمیں کیا بتا سکتے ہیں؟ کیا یہ بتا سکتے ہیں کہ یہ یہ کرلو گے تو ایسا ہوجائے گا؟ ہمارے ہاں یہ بھی ایک تصور ہے کہ یہ بھی عروج وزوال کا ایک الٰہی قانون ہوتا ہے کہ یہ چارم احل طے کرلیں گے تو ایسا ہوجائے گا۔ میں اس کومغالطہ بھتا ہول عروج وزوال کے متعلق ہمارے ہاں بہت خلط محث پیدا ہوا ہے۔ دنیا میں قوموں اور قیادتوں کا بھی ایک قانونِ فطرت ہے اور وہ کوئی بھی قوم اختیار کرلے گی تو وہ عروج پر آ جائے گی۔ میں اس بات کو بہت بڑا مغالطہ بھتا ہوں۔ جب سے ہم استعار کا نشانہ بنے یہ بیانیہ شروع ہوا۔

مغرب كانصوّ رعكم

یہ جوروش خیالی ہے'اس کے حوالے سے ایک انسائیکلو پیڈیا چھپاتھا جوفر اسیسی فلاسفہ نے تیار کیا تھا'انقلابِ فرانس میں بھی ان کا ہاتھ ہے۔ ان فلاسفہ میں والٹیئر بھی شامل ہے۔ اس انسائیکلو پیڈیا کا چیف ایڈیٹر بھی شامل ہے۔ اس انسائیکلو پیڈیا کا چیف ایڈیٹر میں Diderot تھا جو ایک بڑانام ہے۔ میں اس کا ایک اقتباس یہاں نقل کرتا ہوں جس سے اندازہ ہوگا کہ اٹھار ہویں صدی کے اختیام میں مغرب میں تصویط کم کیا تھا۔ • • ۵ اء تک جو مسلمانوں کا تصویط میں نے ذکر کیا ہے پوری دنیا کا تصویط میں مغرب میں تھا جو مسلمانوں کا تھا۔ اس کا تصویط میں کوئی فرق نہیں تھا۔ Denis Diderot نے اب آکر کہا ہے:

"There are three principal means of acquiring knowledge ... observation of nature, reflection, and experimentation. Observation collects facts; reflection combines them; experimentation verifies the result of that combination."

(Diderot, 1784)

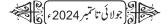
''علم حاصل کرنے کے تین بنیا دی ذرائع ہیں: فطرت کا مشاہدہ' عکاس' اور تجربہ۔ مشاہدہ حقائق کو جمع کرتا ہے' عکاس انہیں یکجا کرنے کا کرداراداکرتی ہے' جبکہ تجربہ یکجا ہونے کے بعداس کے نتیجے کی تصدیق کرتا ہے۔''

سائنسی طریقۂ کارکوانہوں نے تین جملوں میں بالکل سادگی ہے بیان کیا' جیسے دوسری تیسری کلاس کے بیچ کو سمجھاتے ہیں۔اگلا جملہ جان لاک کا ہے جو بڑے فلسفی ہیں' کہتے ہیں:

"No man's knowledge can go beyond his experience."

''کسی انسان کاعلم اس کے تجربے ہے آ گے نہیں بڑھ سکتا۔''

یعنی جوحسیات اور جو تجربے ہیں کوئی آ دمی اس سے ماور انہیں جاسکتا۔علامہ اقبال نے اس تصیمز کواپنے خطبات میں قبول کر لیا اور پھر بتایا کہ ٹھیک ہے ہم نے مان لیا کہ علم کا تجربی ہونا ضروری ہے۔کانٹ نے اپنے تئیں جس طریقے ہے آ کرخدا کے وجود کے دلائل کواڑا کر رکھ دیا' علامہ اقبال نے اس کو own کیا کہ علم وجود کی دلائل کواڑا کر رکھ دیا' علامہ اقبال نے اس کو own کیا کہ علم وجود کے اس کو Cosmological دلائل نہیں چلیں گے۔علامہ اقبال نے کہد دیا کہ ٹھیک ہے علم







تجربے سے ہوگا'لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ ایک تجربہ ہوتا ہے فزیکل سینس کے ذریعے اور ایک تجربہ ہوتا ہے روحانی یا مذہبی ۔ یہاں سے ان کاتھیسز شروع ہوتا ہے۔علامہ اقبال سیحھے تھے کہ جب اخلا قیات (Ethos) وہی ہے تو مجھے بھی اسی پرکسی طریقے سے اپنی روایت کھڑی کرنی چاہیے تا کہ بچت ہوجائے ورنہ معاملہ ہاتھ سے نکل رہا ہے۔ حان لاک کے بعد کانٹ آتے ہیں:

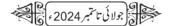
"All our knowledge begins with the senses, proceeds then to the understanding, and ends with reason. There is nothing higher than reason."

''ہمارا تمام علم حواس سے شروع ہوتا ہے' پھرا دراک کی طرف بڑھتا ہے'اور عقل پرختم ہوتا ہے۔لہذاعقل سے بڑھ کرکوئی چیز نہیں ہے۔''

ان کے جدید تہذیب کے پیغیبریہ با تیں کر رہے ہیں۔ یہ ملکے لوگ نہیں ہیں۔ فلسفہ ڈیپارٹمنٹ میں یا پہیٹیکل سائنس میں جان لاک کا بہت بلند درجہ ہے۔ اس طرح فلسفے میں کا نٹ کا ایک اعلیٰ مقام ہے۔ تو کا نٹ نے بڑی صفائی سے کہا کہ علم کا آغاز حواس سے ہوتا ہے اور اس کی انتہا اور پھیل میر سے ذہن میں ہوتی ہے۔ اس کے بہت عرصے بعدایک فرانسی فلسفی لیوتار آیا' جس نے 194ء میں ایک کتاب کھی۔ لیوتار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اس کی کتاب ہے:

The Postmodern Condition: A Report on Knowledge

پھرآ گے کہتا ہے کہ کمپیوٹر ائزیشن کا جودور آرہا ہے 'واضح رہے کہ بیستر کی دہائی میں اس وقت کہا گیا تھا جب سائبر دور کا آغاز ہورہا تھا' کہ اس کے بعد اب علم میں Legitimation Crisis پیدا ہوجائے گا۔ پچاس سال میں اب وہ بات کمل ہوگئ کہ آج آ دمی کے بجائے روبوٹ یامشین ہے۔ ہم نے وہ ساری صلاحیتیں ادھر منتقل کردیں۔ اسی طرح اس نے کہا تھا کہ اب دنیا میں جوجنگیں ہوں گی وہ ڈیٹا پر ہوں گی۔ یہ بات • 192ء میں کہدی گئی تھی کہ اب سب سے بڑاریسورس ڈیٹا ہوگا۔ آج پروفیسر Yuval Noah Harari ڈیٹا ازم کا لفظ







استعال کرتا ہے کہ آنے والے فدہب کا نام ڈیٹاازم ہے۔ چنا نچہ اب اس علم کی یہ گت بن رہی ہے جومغرب میں وجود میں آیا۔ اس علم میں سے انسان منہا ہورہا ہے۔ Renaissance اور Enlightenment کا سارا آئیڈ یا ہیوٹن ازم تھا اوروہ ہیوٹن ہی غائب ہوگیا۔ یعنی آپ نے معاذ اللہ خدا سے غداری کی ہے تو پھر انسانیت نام کا جانور زیادہ دیر برقر ارنہیں رہ سکتا۔ The Death of God Becomes the death of ہتا ہے۔ سات کا محاد اللہ! اب انسان کا قصحتم نام کا جانور زیادہ دیر برقر ارنہیں رہ سکتا۔ Death of God کا اعلان کیا تھا' معاذ اللہ! اب انسان کا قصحتم ہوگیا۔ اب ہر سال یوم فلفے منایاجا تا ہے' غالباً نومبر یا اکوبر کی تیسری جعرات کو۔ اس میں ایک تھیم دیتے ہوگیا۔ اب ہر سال یہ نے بیشیم تھی :''دفور تھ کمنگ ہیوٹن' 'یعنی نیا آنے والا انسان۔ اب معلوم نہیں وہ کیا ہوگا۔ ان کے نزد یک آج کا جو انسان ہے یہ پہنی کہ ماڈل ہے ہے کہ Sustainable نہیں ہے۔ اب یا ٹرانس ہیومنٹ ہے یا اختی ہیوں کہ ماڈل ہے ہے کہ جانور بن جاؤ۔ بین کہ ماڈل ہے ہے کہ جانور بن جاؤ۔ یعنی تم نے اپنی آئی واس کا ننات کا جودولہا بنالیا تھا اس نے مسائل پیدا کے ۔تم اپنی آپ کو اس کا ننات کا جودولہا بنالیا تھا اس نے مسائل پیدا کے ۔تم اپنی آپ کو گھر، کھی اور گھاس کے تئے کے برابر لے آؤ تو اس سے تہارا مسکد طل ہوجائے گا۔ بہر حال ابھی تک میں نے یہ بتایا ہے کہ ان کا تصور علم کم کیا ہے اور ہمارا کیا ہے۔

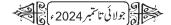
# تعلیم کیاہے؟

اب تعلیم کیا ہوتی ہے؟ تعلیم و ممل ہے کہ اپنے وِر شہ اور ترکہ کو جو پھھ اپنے بڑوں سے ہمیں ملا ہے اسے اپنی اگلی نسلوں تک پہنچا نا۔ اس عمل کو عام طور پہنچا ما ہو تا ہے۔ یہ استناد کے ساتھ چلتا ہے۔ یعنی اپنے بڑوں سے سیما 'گھر آ گے سکھا یا' کی مرآ گے سکھا یا' کی میں پھھ اضافے بھی ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ہمارے یہاں تعلیم کا تصوریہ ہے کہ یہ ایک اخلاقی اور بہت بڑا ممل ہے۔ انسان کی تفکیل میں اس کا ایک بہت بڑا کر دار ہے۔ جیسے حسن بھری نے کہ یہا کہ: لُولا الْعُلَمَاءُ لُصَارَ النَّاسُ مِثْلَ الْبُهَا عُمْ اللهِ مَعْ السَّ الْعُلَمَاءُ ''ونیا تو ساری کی ساری اندھیر ہے سوائے علاء کی مجالس کے ''۔ وہاں علم ہے' جبکہ اقبال نے کہا تھا:

گمان آبادِ بستی میں یقیں مردِ مسلماں کا بیاباں کی شبِ تاریک میں قندیلِ رہبانی (طلوعِ اسلام)

یہ قندیل علماء نے ہی تو جلائی ہوئی ہے۔علماء کون ہیں؟''اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ'' جو پیغیمر کے وارث ہیں' جوعلم کے وارث ہیں علم کا جوتر کہان کے یاس ہے وہ آگے لے کرچل رہے ہیں۔

جمارے ہاں تعلیم ایک اخلاقی عمل ہے کیونکہ جمارے ہاں ہر عمل ایک اخلاقی عمل ہوتا ہے۔ بیصرف جمارے ہاں نہیں بلکہ پندر ہویں' سولہویں صدی عیسوی تک پوری دنیا کا ethos یہی تھا کہ ہر چیز اخلاقی ہے۔افلاطون







(Plato) کی''ریپبلک'ان کتابوں میں سے ہے جوطبع زاد ہے جس میں اس نے بتایا ہے کہ ایک ریپبلک کیسی ہونی چاہیے۔اس کتاب کا اتی فیصد حصہ اخلاق پر مبنی ہے اور باقی تھوڑا سا حصہ سیاسیات پر مبنی ہے۔ اس کا مطلب مید کہ ہرکام اخلاقی ہوتا ہے۔ پہلے میتھا کہ:

Everything is moral, and education is basically a moral, ethical activity

اب ماڈرن تصوّریہ ہے کہ: Everything is political پولیٹیکل جدید معنی میں ۔ پہلے تو سیاست اخلاق کا ایک جزوتھا۔ اگر تہذیب الاخلاق پر ابنِ حزم کی کتاب پڑھیں ابن مسکویہ کی کتاب پڑھیں یہاں تک کہ شاہ ولی اللّه تک سب سے پہلے نفس بھر تدبیرِ منزل بھر سماج اوراس کے بعد سیاستِ مدن ۔ یعنی تہذیب الاخلاق کا ایک ہی محل ہے جس سے ہوتے ہوتے آپ ادھر تک بہنچ گئے۔

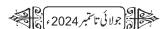
ہر چیز پہلے اخلاقی تھی اب سیاس ہے اور سیاس بھی جدید معنوں میں۔ سقراط سینٹ آ گٹائن امام الغزالی کے معنوں میں۔ سقراط سینٹ آ گٹائن امام الغزالی کے معنوں میں۔ مکیاویلی نے کہا کہ The politics is basically کے معنوں میں۔ مکیاویلی نے کہا کہ amoral مطلب بیہوا کہ اس پراخلاقیات کی کیٹری عائم نہیں ہوتی ۔ لیڈرز کہتے ہیں کہ بیکرنا ہے نیہ کرنا ہے اس کرنا ہے۔ ان سے پوچیس کہ آپ نے کیوں نہیں کیا آپ نے جھوٹ بولا تھا تو وہ کہتے ہیں کہ نہیں نہیں ہوتی وہاں پر چیز پرجھوٹ سے کا اطلاق نہیں ہوتا وہ ایک سیاسی بیان تھا۔ اس کا مطلب بیہ ہے کہ وہ amoral ہے بعنی وہاں پر اخلاقی نہیں ہوتا۔

روای تعلیم ایک اخلاقی عمل تھا' جدید تعلیم ایک سیاسی فیصلہ ہے۔اگر ایک بائنزی بنائے تو روایت تعلیم اور علم اقداری تھا جبکہ جدید علم اقتداری ہے۔ یعنی وہاں اخلاقی تھا اور اب طاقت کی بنیاد پر ہے۔ ہمارے علم اور تعلیم کامقصود بندگی تھا' بندگی کے لیے آسانی فراہم (fecilitate) کرنا تھا۔اگر کسی کو جوتا گانٹھنے یا کپڑے بئنے کاعلم سکھایا جارہا ہے تو وہ بھی بندگی کے پیراڈائم میں ہے۔ ہم صرف قرآن وحدیث کی بات نہیں کر رہے بلکہ ہر چیز۔ ہمارے استاذا یک جملہ کہا کرتے ہیں' شاعر جے ابن عربی کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ' نہارے علوم متعدد چیز۔ ہمار معلوم واحد ہے۔'' یعنی ہم تغییر پڑھیں' حدیث پڑھیں فقہ پڑھیں اور چار پائی بُننے کاعلم سیکھیں تو اس میں بھی ہمارا مقصود اللہ ہے۔ بندہ بننا ہے۔ بیعلم ہے' جبکہ بندگی کاعلم سیکھنا تعلیم ہے' چاہے وہ معاش کے لیے ہو یا کسی اور چیز کے لیے۔

اب بیہ ہے کہ آپ کو معاذ اللہ' خدا سے آزادی حاصل کرنی ہے۔ جدیدعلم خدا سے آزاد کرنے کا ایک انسٹر ومنٹ جبکہ جدیدتعلیم خدا سے باغی کرنے کاایک میکنزم ہے۔ اکبرنے کہا تھا: ای علم تنہ بریک کیا ہے۔ ایک علم سے حترب میں کا ایک علم سے حترب میں نہ کا

اک علم تو ہے بُت بننے کا ایک علم ہے حق پر مرنے کا اُس علم کی سب دیتے ہیں سند اِس علم میں ماہر کون کرے!

جدید تعلیم بُت بنانے کاعمل ہے۔ بیا پن ساخت میں ایسی ہی ہے۔اب اس میں علوم دینیات وغیرہ داخل

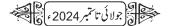






کردیں تواس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑتا کیونکہ وہ اپنے جو ہرمیں یہی ہے۔ پچھلے آٹھ دس سال میں تھمبیوں کی طرح ٌموٹیویشنل پیکراٹھےاورجگہ جگہانہوں نے نوٹنکی لگائی تواس میں یہی چورن بیچا کہ جنابتم سب کچھ کر سکتے ہو' تم پیہوتم وہ ہوا ورتمہار ہےرا ستے میں کوئی رکا وٹ نہیں ہے۔خاص طور پر یوپ سائیکا لوجی بالکل غیرشری ہے' یعنی وہ بُت بنانا چاہتے ہیں' وہ خدا ہے آزاد کرنا چاہتے ہیں۔ میں بار بارانگریزلوگوں کے ریفرنس دیتا ہوں تا کہلوگ میہ نہ کہیں کہ جیسےان پیا یسے ہی تھوپ رہے ہیں۔ ہر دور میں ایک ایسا آ دمی ہوتا ہے جوفیشن میں ہوتا ہے اور ہمارے ہاں جولوگ دین سے بھا گنا چاہتے ہیں وہ اس کی کتا ہیں لے کررہتے ہیں۔ایک زمانے میں وہ کارل مارکس تھا' پھر برٹرینڈرسل تھا۔اس کے بعدا کیسویں صدی کے شروع میں نیوا پیٹھیزم میں Richard Dawkins تھااور پچھلے چیسال میں وہ ہراری ( Yuval Noah Harari) ہے۔اب اس نے پوری انسانیت کی تاریخ لکھ دی ہے Sapiens: A Brief History of Humankind اس نے بتایا ہے کہ مستقبل کا انسان کون ہوگا۔اس نے بتایا انسان خدا بننے جارہا ہے۔ یعنی وہ جوتصوّر دیا گیا تھا کہ ہم نے خدا کومعاذ اللہ' ذرجح کر دیا ہے' اب ہم سب کو چھوٹا موٹا خدا بننا ہے۔ سار بے تو بنیں گے نہیں ' بیماسٹر کلاس بنے گی۔ میں آپ کونام لے کر بتا سکتا ہوں' یا پنچ چھلوگ ہیں Adam Smith نے اپنی کتاب میں ایکٹرم Masters of Mankind استعال کی تھی۔ بیکون لوگ ہیں؟ وہ جو کہتے ہیں سب کچھ ہمارا ہو'ہمارے علاوہ کسی کا کچھے نہ ہو۔ وہ Elon Reeve Musk ہے'وہ George Soros ہے'وہ Mark Elliot Zuckerberg ہے وغیرہ لیعنی جو ماسٹر کلاس ہے وہ چندلوگوں پر مبنی ہے۔اب اس علم کی بنیاد پر بیلوگ ایک ماسٹرریس پیدا کرلیں گے۔یعنی اس وقت کرائسز یہ ہے کہ جیسے جین ایڈیٹنگ ہور ہی ہے' ہم ڈیز ائنر babies کی طرف جارہے ہیں۔ یعنی آپ کوایک مینیو دیا جائے گا کہ بچے کی کیارنگت چاہیے' بال کیسے چاہئیں' آئکھیں کیسی چاہئیں نقش کیسے ہوں' وہ آپ بتادیں اور پیسے بھریں۔آئی کیوکتنا چاہیے۔آپ خود سوچیں کہ یہ جو ماسٹر کلاس بنے گی تو ہمارے جیسے لوگ ان سے کیسے مقابلہ کریں گے؟ یعنی اس وقت جہاں تک بات جارہی ہے ہم تو اصل میں غورنہیں کرتے 'اوراچھی بات ہےغورنہیں کرتے کیونکہغورکرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اگلے تین چارسال میں اے آئی وغیرہ جہاں تک پہنچ جائے گی اس کے بعد پتانہیں ہمارااور آپ کا کیا ہے گا۔ یعنی وہاں پدایک روبوٹ کھڑا ہوگا نہ اس کو اونگھ آئے 'نہ اس کو نیند آئے' یعنی اس کی خدائی صفات ہیں۔ نہ وہ بھولتا ہے ﴿ وَمَا کَانَ دَبُّكَ نَسِیگا ﴾ نہ اس کو چھینک آئے 'نہ اس کے سر میں در د' نہ وہ بیگم سے لڑکر آیا' گھر میں مسائل ہی نہیں ہیں۔ وہ جوایک وہا بھیلی ہوئی ہے کہ ہر لیکچر کے لیسن پلانز بنائیں' لرنگ آؤٹ کمز بنائیں۔ وہ انسان ہے کوئی روبوٹ تونہیں ہے۔ البتہ روبوٹ کولیسن پلانز بتائے جائیں گے۔ وہ بھی تو چاہ رہے ہیں کہ روبوٹ ہو۔ جب روبوٹ آجائے گا بھر ہم آپ پتانہیں کیا کریں گے۔ یعلم اب یہاں تک جارہا ہے۔ اس میں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ وہ جونام نہا دہیومنزم تھا اس کا جنازہ دو تین سوسال میں ہی نکل گیا ہے کہ انسان اب فارغ ہو گیا۔





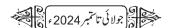


مولا ناروم نے کہا تھا کہ'' انسانم آرزوست!'' (مجھے انسان کی تلاش ہے۔ ) آج اس مصرعے کو پڑھیں تو کچھ عرصے بعد آپ کو لگے گا کہ انسان کدھر ہے' پیتنہیں کیا کرتا ہے۔ اس کا معلوم نہیں کام کیا ہوگا۔ جب انڈسٹریل ریولیوٹن آیا تھا تو وہاں پر بھی ایک بہت بڑا ہیومن ویسٹ پیدا ہوا تھا۔ اس کو dump کرنے کے لیے ان کے پاس کا لونیز تھیں۔ یہ پوراایک الگ موضوع ہے۔ اب کہاں dump کریں گے؟ جدیدیت ایجاد وجود سے ایجاد شعور کا سفر ہے۔ پہلے انہوں نے ہیومن باڈی کو مشین کے ذریعے replace کیا' اب وہ اپنے تیکن ہیومن شعور کا سفر ہے۔ پہلے انہوں نے ہیومن باڈی کو مشین کے ذریعے consciousness کیا 'اب وہ اپنے تیکن ہیومن اے کہ پہنیں ہوسکتا۔ یہ اے آئی ہے' اے کہ پہنیں ہوسکتا۔ یہ اے آئی ہے' اے کہ پینیں ہوسکتا۔ یہ اے آئی ہے' اے کہ پینیں ہوسکتا۔ یہ اے آئی ہے' دے نہیں ہوسکتا۔ یہ اے آئی ہے' دیم نہیں ہے۔ اس کی نہیں ہوسکتا۔ یہ اے آئی ہے' دیم نہیں ہے۔ اس کا میکن کے دورائی کے دورائی کہنا ہے کہ بینیں ہوسکتا۔ یہ اے آئی ہے' دورائی کو مین میں ہوسکتا۔ یہ اے کہ بینیں ہوسکتا۔ یہ اے کہ بینیں ہوسکتا۔ یہ اے آئی ہے' دورائی کہنا ہے کہ بینیں ہوسکتا۔ یہ اے آئی ہے' دورائی کہنا ہے کہ بینیں ہوسکتا۔ یہ اے آئی ہے' دورائی کھنا ہو کہ کو مینیں ہوسکتا۔ یہ اے کہ بینیں ہوسکتا۔ یہ دورائی کہنا ہے کہ بینیں ہوسکتا۔ یہ ایک کیا ہو کہ دینیں ہوسکتا۔ یہ اس کی خوالی کو دورائی کھنا ہے کہ بینیاں ہوسکتا۔ یہ بین دورائی کہنا ہے کہ بینیں ہوسکتا۔ یہ کے دورائی کو دورائی کی دورائی کیا ہے کہ بینیں ہوسکتا۔ یہ بین دورائی کو دیت کیا ہو دورائی کیا ہو کیا ہے کہ بینے کی دورائیوں کیا ہورائی کی دورائی کے دورائی کو دورائی کیا ہو کو دورائی کی دورائی کورائی کیا ہو کیا ہو کیا ہو کیا ہو کہ دورائی کیا ہو کیا ہو کو دورائی کو دورائی کیا ہو کہ کو دورائی کیا ہو کر کیا ہو کر کیا ہو کیا ہو کیا ہو کر کیا ہو کیا ہو کیا ہو کیا ہو کر کیا ہو کیا ہو کر کیا ہو کیا ہو کر کیا ہو کیا ہو کر کیا ہو کر کیا ہو کر کر کیا ہو ک

سیسب با تیں خوف ناک ہیں لیکن میں الجمد للہ ایک پورے اعتماد کی جگہ پہ کھڑا ہوا ہوں۔ کس بنیا د پہ کھڑا ہوا ہوں؟ میں اپنی وی کی بنیا د پہ کھڑا ہوا ہوں کہ انسان کہیں نہیں جار ہا۔ انسانوں کی اکثریت بہ جائے گی لیکن انسان ان معنوں میں کہ وہ مبحو وِ ملا تک ہے 'وہ زمین کا دولہا ہے' ختم نہیں ہوسکتا۔ بیدانسان اللہ کا بندہ بھی ہیں۔ یہ گو یا جیسے انسانوں میں اللہ کی کتاب کے وارث بھی ہیں۔ یہ گو یا جیسے انسانوں میں اللہ کی کتاب کے وارث بھی ہیں۔ یہ گو یا جیسے ہمارے لیے ایک بڑی سہولت ہوگئی ہے کہ اگر ہم اپنے دین سے جڑے رہ جائیں گو تو پھر فیج جائیں گے۔ ہمارے ساتھ کچھ نہیں ہوسکتا۔ زیادہ سے نیادہ بیہ واللہ ہوائیں ہے۔ ایعنی اس وقت جوسب سے زیادہ مزے میں ہیں وہ تو غرہ کو کو گل ہیں۔ ہمیں لگتا ہے سب سے مشکل میں ہم ہیں۔ ان میں ایسے بھی ہو سکتے ہیں جنہوں نے شاید بھی نماز بھی نہ پڑھی ہولیکن ان کو کوئی میز اکل لگ جائے تو وہ ان شاء اللہ جنت الفردوس میں چلے جائیں گے۔ ہمیں اندازہ ہی نہیں ہو کہ کہ ان کی مدد نہ کریں لیکن وہ تو بہت التجھرہ گئے۔ مطلب مرنا تو کہ ان کی مدد نہ کریں لیکن وہ تو بہت التجھرہ گئے۔ مطلب مرنا تو ہیں موت کا کیا مسلہ ہے۔ اصل میں اس وقت ہماراسب سے بڑا کرائسز یہی ہے کہ 'دھ ہُ اللہ نُنیا وَ کَوَ اهِ مِنَةُ اللّٰ نُنیا وَ کَوَ اهِ مِنَةُ وَ کُونَا هِ مِنَا وَ مُنْ وَنِیْ وَنَا کُونُونَ وَنَا کُونُونَ وَنَا کُی مُنِا وَ سے بڑا کرائسز یہی ہے کہ 'دھ ہُ اللّٰ نُنیا وَ کُونَا هِ مِنَا وَتَ ہماراسب سے بڑا کرائسز یہی ہے کہ 'دھ ہُ اللّٰ نُنیا وَ کُونَا هِ مِنَا وَتُ ہماراسب سے بڑا کرائسز یہی ہے کہ 'دھ ہُ اللّٰ نُنیا وَ کُونَا هِ مِنَا کُونُونَ مِنْ وَنَا کُونُونَ وَنَا کُونُونَ مِنْ اللّٰ کُونُونَ وَنَا کُونُونَ کُونُونَ سے اللّٰ مُنْ کُونُونَ کُونُونَ کُونُونَ کُونُونَ کُونُونُ کُونُونَ کُونُونُ کُونُونُ کُونُونُ کُونُونُ کُونُ الْمُنْ کُونُونُ کُونُونُ کُونُونُ کُونُونُ کُونُونُ کُونُونُ کُونُونُ کُونُ الْمُونَ کُونُ کُونُونُ کُونُ کُونُونُ کُلُونُ کُونُ کُونُونُ کُونُونُ کُونُونُ کُونُونُ کُو

### جدیدلعلیم کے مقاصد

جدید تعلیم ایک پیداواری عمل ہے۔ میں چند نکات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ Taylor کی بہت مشہور کتاب ہے۔ میں چند نکات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ Weapons of Mass Instruction کی بہت مشہور کتاب ہے۔ اس نے ۱۹۱۸ء میں کتاب میں کتاب وہ ایک دوسرے مفکر Alexander Inglis کا ذکر کرتا ہے۔ اس نے ۱۹۱۸ء میں کتاب میں کتاب کے چوش Secondary Education کسی ۔ الیگر نیڈر انگلس کے نام پہاورڈ میں ایک لیکچر سریز بھی ہے جیتے چوش کی کتاب پہ ہے 'سل کے نام پہ ہے۔ انہوں نے چونکات بتا ہے ہیں کہ ماڈرن البجوکیشن کے مقاصد کیا ہیں۔ کہ آپ کو خاص کی کتاب پہلے ہے کہ آپ کو خاص طرح سے Adjustive or adaptive function اختیار کریں۔ طرح کے لوگ پیدا کرنے ہیں جو اتھارٹی کے سامنے خاص طرح سے submissiveness اختیار کریں۔







• ۱۹۲ء میں شیخ الہند جب مالٹاسے آزاد ہوئے تھے'اس کے بعد وہ علی گڑھ گئے اور وہاں جامعہ ملیہ کی بنیا در گھی گئی ۔ اس موقع پر انہوں نے جو خطبہ دیا اس کا ایک جملہ میں پڑھنا چا ہتا ہوں۔'' ہماری عظیم الشان قومیت کا اب یہ فیصلہ نہ ہونا چا ہتا ہوں۔'' ہماری عظیم الشان قومیت کا اب یہ فیصلہ نہ ہونا چا ہے کہ ہم اپنے کا لجوں سے بہت سے داموں پر غلام پیدا کرتے رہیں۔'' جدید تعلیم کا مقصدیہ ہے کہ کیپٹل ازم کی اس امپائر کے لیے سے مستری پیدا کرنا۔ جو بچے سرکاری سکولوں سے پڑھا' وہ بہاں کے کیپٹل ازم کا کل پرزہ بنے گا۔ جو برائٹ بچے ہے' جو ۱۲ اے گریڈ لے کر جیت تو ڈ دیتا ہے وہ بہاں کی ملٹی نیشنلز کا کل پرزہ بن گا۔ تو برائٹ بچے ہے' جو ۱۲ کے گریڈ آفس میں پہنی جائے گا۔ پھر جو دجل اور ظالما نہ نظام ہے اس کا ایک انتہائی ادنی کل پرزہ بن جائے گا۔ بی آب کی تعلیم ہے۔ بڑے برائٹ بچے ہوتے ہیں کمز کے اور آئی بی اے وہ کہا گا: ۔

سند مجھ کو ملی تو جل گئے واعظ لگے کہنے خری کی ہوگئ تکمیل باقی صرف لدنا ہے

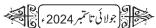
الیمن آپ کو جوسندملی ہے تو آپ کا کھوتا پن مکمل ہو گیا۔ تو'' خری'' کی تکمیل ہوگئ باقی صرف لدنا ہے۔ لیمن آپ کو جاب بینڈ لنگ کرنی ہے اور اس سٹم میں ایک لدے ہوئے اونٹ کی طرح آپ کوفکس ہونا ہے۔ تو بیصورت حال ہے جدید تعلیم کی۔

اب ہمارے ہاں یہ تبدیلی کہاں سے آئی ؟ ہمارے ہاں تبدیلی آئی استعار کے ذریعے اگر ہم استعار کے تحت نہ بھی آتے تب بھی ہوسکتا ہے اتی 'سویا ڈیڑھ سوسال بعد ہمیں یہ سب کرنا پڑتا ۔ ایسانہیں ہے کہ استعار نہ آتا تو ہم اپنی جگہ پہقائم رہے ۔ ایساممکن نہیں تھا۔ ہم بار بار کہتے ہیں ترکی میں جو تبدیلی آئی 'زیادہ ترعا کم اسلام میں تبدیلی آئی ہے بائی ان پوزیش' گن پوائنٹ پہ آئی ہے ۔ البتہ کچھ جگہوں پہ امپورٹ سے بھی آئی ہے ۔ سلطنتِ عثمانی تھی 'ترکی تھا' اس نے تو خود سے کیا ۔ وہ تو colonize نہیں ہوا۔ تھوڑا ٹائم لگ جاتا' کچھا پی شرا کھا پر آپ لین دین کر لیتے لیکن ہوا یہ کہ آپ پر قابض ہو گئے اور سب کچھ تم کردیا ۔ انہوں نے کہا تھا کہ: ۔

دستار و پیرابهن گم اور جیب و کیبا خالی

تہذیب مغربی نے ہم کو چھتار ڈالا

بالکل گھٹنوں پہ لے آئے سب پچھ ختم کردیا۔ پھر نئے ادارے قائم کیے۔ یہ ایک لمبی بحث ہے۔ ڈاکٹر ناصر عباس صاحب نے اس پہ کافی لکھا ہے۔ نوآبادیا تی نظام کے جوسب سے بڑے ہتھیار ہیں لوگوں کو مائل کرنے کے لیے وہ دو ہیں: زبان اور تعلیم ۔ انگریز نے یہاں جو کلاس پیدا کی اس کے لیے زبان کے ذریعے اور تعلیم کے ذریعے عمل کیا۔
میں نے ابھی تک اس موضوع کی اہمیت پر گفتگو کی ہے۔ اہلِ مغرب کا تصوّیا تعلم کیا ہے اور ہمارا کیا ہے؟ ان کا تصوّیا تعلیم کیا ہے اور ہمارا کیا ہے؟ دوسرا ہے کہ دوسرا ہے کا تصوّیا تعلیم کیا ہے اور ہمارا کیا ہے؟ دوسرا ہے بیوں کا کیا کرنا ہے۔ جواتے بے تعاشالوگ نکل رہے ہیں ان آپ کھپ جائیں۔ ہر جگدایک رٹا ہے کہ ددارس کے بچوں کا کیا کرنا ہے۔ جواتے بے تعاشالوگ نکل رہے ہیں ان





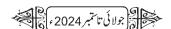


کو مین سٹر یم میں لانا ہے۔ بیتو بالکل الگ سے ایک مخلوق بن گئے ہیں۔ ان کو انگریزی پڑھائیں' کمپیوٹر سکھائیں تا کہ بیسا نے میں differentiating function ہوسکیں۔ تیسر integrate ہوسکیں ۔ تیسر differentiating function ہوسکیں۔ تیسر integrate ہے کہ بیدجوڈ گریاں حاصل کرنے کا دورا نیدا تنازیادہ کیا جاتا ہے وہ اس وجہ سے کہ اگر جلدی جلدی جلوگ مار کیٹ میں آ جائیں گے تو کہاں سے تھییں گے! یعنی یہ انہوں نے ایک Darwinian Theory of ہے کہ وہ جو selective function کیا یہ safety valve کا safety valve ہوں جو کہ وہ جو Selective ہوں ہو تیس ہوسٹا کے اس جھٹا کے کہ اس تعلیمی نظام کے ذریعے سے طبقات بھی بن جاتے ہیں۔ چھٹا Selection ہے کہ اس تعلیمی نظام کے ذریعے سے طبقات بھی بن جاتے ہیں۔ چھٹا کیا جس سے پھر آ پ پڑھانے والے بھی نکال سیس میری ناقص رائے میں جتنا سبب افکار سے ہیں اتناہی سبب مشین بنی ہے۔ مشین بنی ہے۔ دو بہت سے نظریات سے زیادہ ہے۔ دیکہا تھا کہ جدیدیت میں سب سے اہم چیزمشین ہے۔ اکبر کہتے ہیں کہ: ۔

ایک دن وہ تھا کہ دب گئے تھے لوگ دین ہے۔ ایک دن سے ہے کہ دین دبا ہے مشین سے

ریب دن ہیں جو بہ ہے گئان ہیں جوہ ملکہ ہے وہ میں چند تکات میں عرض کردیتا ہوں۔ایک ہے ہے گئے تحقی تعلیم ہوتی تھی۔فردا ہم ہوتا تھا۔ استاد مرکز میں ہوتا تھا۔ استاد کی اہمیت تھی' کیونکہ ہمارا علم سند ہے کھڑا ہوا ہے۔ اب ادارہ سازی (institutionalization) ہے۔اب ادارےکواہمیت حاصل ہے۔آج ہے ۲۰۰ سال پہلے ایک عالم دین سے پڑھا ہے؟ سے بیسوال نہیں ہوتا تھا کہ آپ نے کہاں سے پڑھا ہے بلکہ بیسوال ہوتا کہ آپ نے کس سے پڑھا ہے؟ عبرالباری فرنگی علی ہوں' قاسم نا نوتو ی ہوں' احمدرضا خان صاحب بریلوی ہوں یافضل حق خیرآ بادی ہوں' ان کے عبرالباری فرنگی علی ہوں' قاسم نا نوتو ی ہوں' احمدرضا خان صاحب بریلوی ہوں یافضل حق خیرآ بادی ہوں' ان کے سے اس اور خیری پڑھا ہے۔ ہیں۔ جس کوآج ہم مدرسہ کہتے ہیں' وہ بنیادی طور پڑھنی نظام سوائے عمری پڑھا سوال ہی ہے کہ آپ کہاں سے فارغ ہیں! وہ بنا کیں گے کہ میں بنوری نقار آخ ہوں وغیرہ۔ یعنی وہ بندوں کا نام نہیں بتا تے۔ پہلے استاوقا' وہ تو ایک آپ بھی عالم سے پوچھیں تو پہلاسوال ہی ہے کہ آپ کہاں سے فارغ ہیں! وہ بتا کیں گے کہ میں بنوری غائب ہوگیا۔اب نظام سازی (systamization) اور تدرینی خاکے (lesson plans) وغیرہ ہیں' ای لیے تو ہیں کہ آدی کسی بھی وقت میں ایک شینیک ہے۔ بیلی طرح یو نیوری زندگی شینیک ہے۔ بیلی مرح کے جس کہ ایک شینیک سے جا سے بیلی میں جوڑ دیا گیا' یہ پہلے نہیں ہوا تھا۔ پہلے لوگ معاش کے لیے فنون سیکھتے تھے وہ بات یہ ہے کہ اور معاش کے لیے فنون سیکھتے تھے وہ بات یہ ہے کہا مواش کے لیے فنون سیکھتے تھے وہ بات یہ ہے کہا مواش کے لیے فنون سیکھتے تھے وہ بات یہ ہے کہا مواش کے لیے فنون سیکھتے تھے وہ عالم نیس جوڑ دیا گیا' یہ پہلے نہیں ہوا تھا۔ پہلے لوگ معاش کے لیے فنون سیکھتے تھے وہ عام نہیں اور دیز کے لیے تھا جس پر میں نے آپ کوار سطوکی مثال دی تھی۔ بقول اقبال: ۔

وہ علم نہیں موت ہے احرار کے حق میں جس علم کا حاصل ہو جہاں میں دو کف جو







پھرعقا کدپر جوسب سے بڑاا ترپڑاوہ بیر کہ غیب جدیدعلم شہود کے دائر سے سے باہر ہے۔ بیسب سے بنیادی بات ہے۔۔۔

> محسوس پر بنا ہے علومِ جدید کی اس دَور میں ہے شیشہ عقائد کا پاش پاش

> > اور بقول اکبرالہ آبادی \_

منزلوں وُور اُن کی دانش سے خدا کی ذات ہے خرد میں اور دُور میں تک ان کی بس اوقات ہے

اور پ

کیونکر خدا کے عرش کے قائل ہوں یہ عزیز! جغرافیہ میں عرش کا نقشہ نہیں ملا

کسی چیز کے ہونے کا مطلب ہے اس کامشہود ہونا' توغیب توعلم سے نکل چکا ہے۔ اسی لیے ہمارے بیچ جوانگلش اسکولوں میں پڑھتے ہیں ان کے سامنے جب معراج وغیرہ کا ذکر کیا جائے تو وہ مسکراتے ہیں۔ ابھی وہ اتنے شوخ نہد سے تقریرے برلکس کا میں سے معرب نے سے کا ذکر کیا جائے تو وہ سکراتے ہیں۔ ابھی وہ اسے شوخ

نہیں ہوئے کہ بدتمیزی کردیں کیکن ان کولگتا ہے کہ مجزات وغیرہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ بقول اکبر ہے نظر ان کی رہی کالج کے بس علمی فوائد پر

گرا کے چیکے چیکے بجلیاں دینی عقائد پر طریقِ مغربی کی کیا یہی روشن ضمیری ہے

خدا كو بهول جانا اور مهرٍ ماسوا هونا!

یعنی اب جیسے یہی تعلیم ہے اور یہی علم ہے۔ ہمارے ہاں جو بہت برائٹ بچیہ ہوتا ہے اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے اس بارے میں اکبر کہتے ہیں: \_

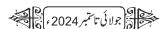
> قابلیت تو بہت بڑھ گئی ماشاءاللہ گر افسوس یہی ہے کہ مسلماں نہ رہے!

> > الله تعالیٰ ہم سب کے حال پر رحم کرے۔

### سوال وجواب

سوال: جديلعليم نع مارے عقا تكوكيے متاثر كيا؟

جواب: جدید تعلیم کا ہمارے عقائد پر جواثر پڑا ہے اُس کا بنیادی سبب جدید علم کی ساخت ہے۔ جدید علم حواس مرکز ہے شہود مرکز ہے۔ اُس میں غیب کے لیے گنجائش نہیں ہے اُسی لیے ہمارے ہاں عام طور پہ جب بھی اسلامک ایجوکیشن کی یااسلامک اسکولنگ کی بات ہوتی ہے تو زیادہ تر گفتگونصاب پر ہوتی ہے کہ اس میں پچھ بہتری لائی







جائے اور دینیات کا پہلوبڑھا دیا جائے۔مثلاً سائنسز چاہے وہ فزیکل ہوں یا سوشل عمومی خیال یہ ہوتا ہے کہ وہ تو واقعاتی اور matter of fact ہیں' اُس میں پچھ چیزیں شامل کر دی جائیں تو کام بن سکتا ہے۔البتہ جس کوآپ matter of fact کہہر ہے ہیں' اُس میں بہت سے مسئلے ہیں۔

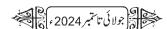
پھریہ خیال کیا جاتا ہے کہ مذہب اور سائنس میں کوئی conflict نہیں ہوسکتا۔ مولا ناعبد الباری ندوی صاحب نے بہت پہلے ایک کتاب کھی تھی'' مذہب اور سائنس''۔ اُنھوں نے ایک تشیبہ بیان کی تھی کہ مذہب اور سائنس میں تصادم کا مطلب ایسے ہی ہے جیسے بحری جہاز اور ٹرین میں تکر ہوجائے یا ہوائی جہاز اور سائنگل میں تکر ہوجائے ۔ گو یا دونوں کے دائر بے بالکل الگ الگ ہیں۔ میری ناقص رائے میں content سے زیادہ اہم جد مید تعلیمی اسٹر کچر ہے' جو آپ کو گائیڈ کرتا ہے۔ ہم ایک جملہ طالب علموں سے کہتے ہیں اور وہ جملہ اگر سمجھ میں آجائے تو جد یددنیا کی بہت ہی چیزیں کھل جائیں گی۔ وہ جملہ مارشل مکلو ہن کا ہے اور بڑا سادہ سالیکن گہرا جملہ ہے۔ اُس جد یددنیا کی بہت ہی چیز ٹو بلیور کرر ہے ہیں یا حاصل نے کہا تھا: Span میں ہور ہے جو بال میں ہور ہے۔ مثلاً جدید دور میں دورہ تعدیث شریف منعقد ہوتا ہے تو جارے علماء جدید کو لئیس ہور ہے؟ وہاں میہ جدیدئینالو جی کیوں نہیں استعال ہور ہی؟ پر وجیکٹر کیوں نہیں استعال کرتے؟ پاور کور نہیں ہور ہی جائے کہ حدیث کا علم اِس اسٹر کچر کے کیوں نہیں استعال کرتے کا ایک پر وٹو کول ساتھ حصال کرنے کا ایک پر وٹو کول ساتھ حسال کرنے کا ایک پر وٹو کول ساتھ حواصل کرنے کا ایک پر وٹو کول سے ایک طریقہ ہے۔ ہرمیڈ بیم ہملم کے لیے سازگار نہیں ہے۔

اسی طرح اسلامک اسکولز کا تصور ہے۔اسکولز ہیں' کالجز ہیں' پھر یونی ورسٹیز ہیں۔آپ اس میں زیادہ سے زیادہ یہ کریں گے کہ کچھ دعائیں ڈال دین' تھوڑ ہے بہت اذکار اور کلمے یاد کرا دیے' آداب رٹوا دیے' ویلٹٹا ئنز ڈے نہیں منایا جائے گا' ہیلووین نہیں منائی جائی گی' خوا مین اسا تذہ ڈھنگ کالباس پہنیں گی۔اچھی بات ہے' لیکن بنیادی بات یہ ہے کہ آپ نے لڑکوں اورلڑ کیوں دونوں کو تعلیم دینی ہے' اِس بات پر کیوں سوال نہیں اٹھتے کہ لڑکیوں اورلڑ کیوں ہونوں کو تا کہ کے اُس بات پر کیوں سوال نہیں اٹھتے کہ لڑکیوں اورلڑکوں کا نصاب ایک کیوں ہے؟

**سبوال**: بظاہرروایت تعلیمی نظام میںعورت کود نیوی تعلیم حاصل کرنے کےمواقع نہیں تھےلیکن اب جیسےعورتوں کو آگے بڑھنے کےمواقع دیے جاتے ہیں' اِس معاملے میں ہما را کیا نقطہ نظر ہونا جا ہیے؟

**جواب**: آپ مجھ سے پوچھیں تو میں کہوں گا کہ بچیوں کوتو رہنے دین نہارے بچوں کوبھی پیغلیم حاصل نہیں کر نی چاہیے۔ یہاں بھی ہمیں اکبریا دآتے ہیں' اُنھوں نے کہاتھا: <sub>ہے</sub>

> دو اسے شوہر و اطفال کی خاطر تعلیم قوم کے واسطے تعلیم نہ دو عورت کو





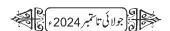


#### تعلیمِ دخترال سے بیہ امید ہے ضرور نامے دلہن خوثی سے خود اپنی برات میں

اور یہ بات تو ہمارے مشاہدے کی ہے۔ ہم نے کچھالیے اداروں میں پڑھایا ہے جو بہت ٹیڑ ھے میڑ ھے ہیں۔
اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں' وہاں جو بچیاں پڑھتی ہیں' اُن کو دیکھ کر ہی یہ یقین ہوجا تا ہے کہ یہ ہیوی بننے کی صلاحیت نہیں
رکھتیں۔ اِن میں تسلیم کی صفت ہے ہی نہیں' اُنھیں تو قدم سے قدم ملا کر چلنا ہے۔ آپ دیکھ نہیں رہے کہ لاکھوں
کروڑ وں لگا کر شادیاں ہوتی ہیں لیکن کوئی ہفتے چل رہی ہے' کوئی مہینے چل رہی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ از دواجی رشتہ
ایسے مزاج کے ساتھ نہیں چلتا۔

سوال: آپ نے سائنس کے حوالے سے بات کی میں خود سائنس کا اشاد ہوں یمو ما فلفے کے اساتذہ سائنس سے ناواقف ہوتے ہیں 'اس لیے وہ یہ بات ضرور کرتے ہیں کہ سائنس مذہب سے دور کرتی ہے' لیکن میں سمجھتا ہوں کہ سائنس تو مذہب سے قریب کرتی ہے۔ یعنی جبتی سائنس قرآن میں بیان کی گئی ہے دوسری جگہ نہیں ہے' صرف relate کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارے دینی اساتذہ کرام ناواقنیت کی وجہ سے اُس کے ساتھ تعلق قائم نہیں کریا ہے۔









# مباحثِ عقبيره (۱۹) مؤمن محود

### نبوت ورسالت كا دار ومدار: الله تعالى كى صفتِ كلام

اللہ تعالیٰ کی صفت کلام پر نبوت ورسالت کا دارو مدار ہے۔ یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا منتکلم ہونا ثابت ہوگا تو رسول کی رسالت ثابت ہوگا تو رسول کی زبانی اپنا کلام کی رسالت ثابت ہوگئ کیونکہ رسول کی رسالت کا مطلب ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے رسول کی زبانی اپنا کلام پہنچایا۔ گویا صفت کلام کا ثبوت اس بات کے لیے ضروری ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ مخلوق سے گفتگو کرتے ہیں۔ مخلوق تک اپنا پیغام پہنچاتے ہیں اور انہیں مکلف وجود بناتے ہیں۔ سیدناموکی علینیا کی قوم نے جب بچھڑے کی عبادت کی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس بچھڑے کے معبود نہ ہونے کے جود لائل دیے ان میں سے ایک دلیل بی تھی:

﴿ اَفَلَا يَرَوُنَ اَلَّا يَوْجِعُ اِلْيَهِمُ قَوْلًا " وَّلَا يَمُلِكُ لَهُمْ ضَوَّا وَّلَا نَفْعًا ۞ ﴾ (طَهْ) '' کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ پیچھڑاان کی طرف کوئی بات لوٹا تانہیں ہے(ان سے کلامنہیں کرتا'ان سے خطاب نہیں کرتا)اور نہان کے لیے ضرراور نفع کا اختیار رکھتا ہے۔''

گویااللہ سجانہ وتعالی میہ بتارہے ہیں کہ نفع اور ضرر کا مالک ہونا خود اللہ کے لیے ضروری ہے۔ اسی طریقے پر صفت ِ کلام اور قول اور خطاب کرنا بھی اللہ سجانہ وتعالیٰ کی بنیادی صفات میں سے ہے۔ صفتِ کلام کے ثبوت کے لیے امام الحرمین ابوالمعالی الجوئینی علیہ الرحمة اورامام الغزالی علیہ الرحمة نے جوطریق عقلیہ اختیار کیاوہ بھی ہم نے دیکھا کہ کیوں رسالت کی ضرورت ہے۔

### وحی اور کلام الله کی حاجت: امام رازی کا استدلال

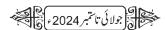
امام الرازی علیہ الرحمۃ نے آیات زیر مطالعہ کے مابین ایک بہت خوب صورت ربط بیان کیا ہے۔ یعنی ﴿ اَفَرَءَ یُتُمُ مُنَا تُمُنُونَ ۞ ﴾ سے گفتگو شروع ہورہی ہے:

﴿ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُونَ ۞ ءَ آنْتُمْ تَغُلُقُونَهُ آمَهُ نَعُنُ الْخَلِقُونَ ۞ ﴾ (الواقعة)

''کیاتم نے غورکیا کہ جونطفہ تم ٹیکاتے ہو! کیاتم اس کے خالق ہو یاہم خالق ہیں؟''

وہ فرماتے ہیں کہ جتنی باتیں ہوئی ہیں ان پراگرغور کیجیے تو پہلے اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے انسان کے جسدی وجود کا ذکر فرمایا 'اس کی ابتدا کا ذکر فرمایا اوروہ ایک نطفہ سے ہوتی ہے۔اس کے بعد انسان کی بقا کا جتنا بھی سامان ہےوہ زمین سے آتا ہے۔ چنانچی آگے فرمایا:

﴿ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحُرُثُونَ ﴿ وَانْتُمْ تَزْرَعُونَهَ اَمْ نَحْنُ الزَّرِعُونَ ﴿ ﴾







'' کیاتم نے بھی غورکیا کہ بیر نج جوتم ہوتے ہو! کیاتم اسے اُ گاتے ہویا ہم اُ گانے والے ہیں؟'' اس کے بعد فرماتے ہیں کہ یانی انسان کی بنیادی حاجت ہے:

﴿إِلَفَرَءَيُتُمُ الْمَاءَالَّذِينَ تَشْرَبُونَ ۞ءَانْتُمْ أَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْرَ نَحْنُ الْمُنْزِلُونَ۞﴾

" جمي تم نےغوركيا كدوه پانى جوتم پيتے ہو! كيابا دلول سے تم نے اسے برسايا ہے يا ہم ہيں برسانے والے؟ "

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ غذا جو یانی اور زمین سے حاصل ہوتی ہے اس کو یکانے کے لیے آگ ضروری ہے:

﴿ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ﴿ وَانْتُمْ اَنْشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا آمْ نَحْنُ الْمُنْشِئُونَ ﴿ ﴾

'' کبھی تم نے سوچا کہ وہ آ گ جوتم جلاتے ہو! کیااس کے درخت کوتم نے پیدا کیا ہے' یااس کے پیدا کرنے والے ہم ہیں؟''

لین آگ کا بیان ہوگیا۔ فرماتے ہیں کہ ان آیات (۲۳-۲۷) میں انسان کی ابتدا اور پھراس کی بقا کا جتناسامان ہوسکتا ہے اس کا بیان فرمادیا گیالیکن بیابتدا اور بقاسب جسدی ہے۔ یعنی ہمیں زمین سے اپنے جسد کی بقا کے لیے غذا' پانی اور آگ کی حاجت ہے اور ہمارے وجود کی ابتدا نطفے سے ہوتی ہے۔ یہ باتیں بیان کرنے کے بعدوہ فرماتے ہیں کہ چونکہ انسان کا اصل وجود جسدی نہیں بلکہ وہ تو روح ہے جواللہ کی طرف سے پھوئی گئی ہے' لہذا اس کی ربوبیت کا بیان فرمانے سے پہلے قسم کھائی ہے:

﴿فَلَا أُقْسِمُ بِمَوْقِعِ النُّجُوْمِ ۞﴾

''پسنہیں!قشم ہے مجھےاُن مقامات کی جہاں شارے ڈو بتے ہیں۔''

یعن جس طرح الله سبحانہ وتعالیٰ تمہارے جسد اوراس کی بقا کی ربوبیت کا سامان بہم پہنچارہا ہے اسی طریقے پراس نے تمہارے اصلی وجود کی تربیت کا اہتمام بھی فرمایا ہے۔وہ اصل وجود تمہاری روح ہے اوروہ اہتمام وحی ہے وہ کلام اللہ ہے۔لہذا بیساری با میں تو ہمارے سامنے ہیں کہ ہم کھاتے ہیں 'پیتے ہیں' دیکھتے ہیں۔لیکن کیا کلام اللہ یعنی قرآن مجید ہماری اس طرح کی حاجت ہے کہ نہیں 'پیابت پردے میں ہے۔اگر ہم کھا نمیں گے نہیں تو مر جانمیں گلیکن اگر قرآن کی تلاوت نہیں کریں گے یا اللہ کے کلام سے استفادہ نہیں کریں گے تو وقتی طور پر پھے بھی نہیں ہوگا۔بہر حال وہاں قتم کھائی ہے' باقی جگہوں پر قتم نہیں کھائی۔ چنانچے فرمایا:

﴿فَلَا أُقُسِمُ بِمَوْقِعِ النُّجُومِ ۞﴾

'' پین نہیں! قسم ہے بیجھے اُن مقامات کی جہاں ستارے ڈو بتے ہیں۔''

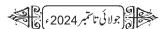
﴿وَإِنَّهُ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَيُوۡنَ عَظِيْمٌ ۞﴾

''اور یقیناً یہ بہت بڑی قسم ہےا گرتم جانو!'' کس بات کا اثبات مقصود تھا'مقسم علیہ کیا ہے؟ ارشا دفر مایا:

ن بات 1 امبات مستودھ من مسید سیا ہے: ارس در مایا. هندائندائی دائل میں دھی ہے فوری نے میں میں میں ایک کار

﴿إِنَّهُ لَقُرُانٌ كَرِيْمٌ ۞ فِي كِتْبٍ مَّكْنُونٍ ۞ لَّا يَمَسُّهَ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ﴿﴾

'' پیقر آن ایک عزت والی کتاب ہے'ایک پوشیرہ یا چھپی کتاب (لوحِ محفوظ) میں درج ہے۔اس تک نہیں







بہنچ سکتے مگروہی جو بہت زیادہ پاک صاف ہیں (یا جن کو پاک صاف کردیا گیاہے)۔''

خود پاک صاف ہوکرانسان نہیں پہنچ سکتا جب تک اللہ کی توفیق شامل حال نہ ہواوراللہ ہی مطہر نہ ہو پاک صاف نہ کرے۔ آگے فرمایا:

﴿ تَنْزِيُلٌ مِّن رَّبِّ الْعُلَمِينَ ۞ ﴾

"بيرت العالمين كى طرف سے اتارا گياہے۔"

﴿ أَفَهِ لَهُ الْحُكِينِ فِ أَنْتُمُ مُّلُهِ نُونَ ﴿ ﴾

''كياسكلام سے تم غفلت برتے ہو۔'' ﴿ وَتَجْعَلُونَ رِزُقَكُمُ أَنَّكُمْ تُكَيِّبُونَ ﴿ ﴾

''اورا پنانصیب بیر بناتے ہوکہتم اسے جھٹلاتے ہو!''

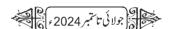
گویایہاں بھی اللہ سجانہ وتعالیٰ کلام اللہ (وی) کی حاجت کا بیان فرمارہے ہیں کہ جس طرح تمہارے جسدی وجود کی بقا کے لیے سامان وافر پہنچایا ہے اسی طریقے پرتمہارے روحانی وجود کی بقا کا اہتمام بھی قرآن مجید کی صورت میں فرمایا۔امام الرازیؒ نے بید بط بیان فرمایا اوراس کے ذریعے سے استدلال فرمایا کہ وجی اور کلام اللہ کی حاجت کیا ہے۔
کلام نفسی اور کلام لفظی

صفتِ کلام اللہ سجانہ وتعالیٰ کی از لی اور وجودی صفت ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ آمر اور ناہی ہوتا ہے۔

اس کے ذریعے اللہ سجانہ وتعالیٰ انسان کو مکلف کرتے ہیں 'خبر دیتے ہیں ۔ لفظ کلام کے دواطلا قات ہیں۔ ان دواطلا قات میں سے حقیقت کیا ہے ' مجاز کیا ہے؟ ایک اطلاق ہوتا ہے کلام پرنطق کا جو ہم ہو لتے ہیں۔ جو ہمارے منہ سے آواز نگتی ہے' الفاظ لکھتے ہیں اس پر بھی کلام کالاملاق ہوتا ہے۔ کلام کا دوسرااطلاق ہوان ہے ان معنی پر کہ جو ابھی الفاظ کالبادہ اوڑ ھنے سے پہلے ہمارے اندر موجود ہیں۔ اس کواہلِ منطق نطق داخلی کہتے ہیں ۔

منی جب وہ ہو لتے ہیں کہ ہم انسان کو حیوانِ ناطق کہتے ہیں تو اس سے مرادان کی مینیس ہوتی کہ ہو لئے والاحیوان کی خب ہو گونگ ہے (بول نہیں سکتا) وہ بھی حیوانِ ناطق ہے۔ ارسطو نے rational animal کی اصطلاح استعمال کی' جس میں یہ والی گویائی مراذ نہیں تھی بلکہ مراد تھی نطق باطنی ۔ اہل منطق اس سے مراد لیتے ہیں کہ جس کونگ ہوائی عاصل ہے' جس کو کلام داخلی حاصل ہے' جس کو کلام داخلی حاصل ہے' جس کے اندر معنی موجود ہیں' جس کے اندر معنی موجود ہیں' جس کے اندر معنی تو ہوتے ہیں جن کو وہ کسی طریقے کی فرنگ ہوتا ہے لیکن ہوتا ہے لیکن کی میں سنا ہوتا' کیونکہ وہ بہرا بھی ہوتا ہے۔ وہ اگر چہ بول نہیں سکتا' وہ نظق ظاہری نہیں رکھتا لیکن اس کے اندر صفت کلام یہ کیا کام نفسی یا یا جاتا ہے۔ وہ اگر چہ بول نہیں سکتا' وہ نظق ظاہری نہیں رکھتا لیکن اس کے اندر صفت کلام یعنی کارام نفسی یا یا جاتا ہے۔ وہ اگر چہ بول نہیں سکتا' وہ نظق ظاہری نہیں رکھتا لیکن اس کے اندر صفت کلام یعنی کارام نفسی یا یا جاتا ہے۔

جومعانی انسان کے اندر ہوتے ہیں دراصل بیکلام کی حقیقت ہے یانطق ظاہری کلام کی حقیقت ہے اس میں



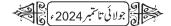




اہلِ سُنّت اورمعتز لہ کے درمیان اختلاف ہوگیا۔اہلِ سُنّت نے کہا کہ لفظ کلام کااطلاق کلامُفْسی پرحقیقتاً جبکہ کلام لفظی پرمجازاً ہوتا ہے۔معتز لہ نے کہا کہ نہیں' کلام کی حقیقت کلام *لفظی کی ہے*' کلام نفسی کی نہیں ۔للہذا انہوں نے کلامنفسی کو ماننے ہے انکار کر دیا۔لفظ تو بہر حال مخلوق ہوتا ہے صوت مخلوق ہے ۔لہذا جب قر آن کا اطلاق انہوں نے صرف کلام لفظی پر کیا توان کا ایک موقف به بنا که به کلام مخلوق ہے۔لہٰذا ان کامشہور قول ہے:'' کلام الله مخلوق ''لینی بیاللہ کا کلام ہے اور پیخلوق ہے جس کی نفی سلف اورخلف نے کی ہے ۔سلف سے بھی بہت سے اقوال ملتے ہیں ۔ایک صاحب کوسیدناعمر ڈاٹنڈ پاکسی اور صحابی نے دیکھا کہ وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے خطاب کررہے ہیں: پیار ب القر آن!''اے قر آن کے ربّ!''انہوں نے منع فرمادیا کتم الله سجانہ وتعالیٰ کویہ نہ کہو کہ وہ قر آن کارتِ ہے بلکہ قر آن تواس سے ہے' یعنی اس کی صفتِ کلام ہے۔ جب معتز لہ نے لفظ اورصوت کوصفت کلام قرار دے دیا توقر آن مخلوق ہو گیا۔اہل سنت نے کہا کہ ہم تمہاری آ دھی بات کو مانتے ہیں کہصوت یعنی آ واز اورالفاظ کیونکہان کے اندرتر کیب' تقذیم' تاخیر' تغیر ہے تو بیسب باتیں بتارہی ہیں کہ بیصادث ہوتاہے \_ یعنی اصوات اورالفاظ قدیم نہیں ہوتے کیونکہ یہ بہر حال انسانی زبان ہے اورانسان کے ساتھ وجود میں آئی ہے۔اتنا قول تمہارا درست ہے کہ بیساری با تیں حادث ہیں کیکن قر آن کا طلاق صرف صوت اور لفظ پزہیں ہوتا بلکہ بیصوت اور لفظ تواللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام نفسی پر دلیل ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام نفسی قدیم ہے۔للہٰ دا قر آن مجیداس معنی میں مخلوق نہیں ہے۔لہٰذااہلِ صنّت کا قول یہ بنا: کلام الله غیر المحلوق ''الله سبحانہ وتعالیٰ کا کلام غیرمخلوق ہے۔'' البته معتزله اورابلِ سُنّت ایک بات پرجمع میں که الفاظ وروف اوراصوات قدیم نہیں ہوتیں 'پیر حادث ہی ہوتی ہیں ۔اس کے بعدا ختلاف کلامُفسی کےا ثبات پرواقع ہور ہاہے۔معتز لہ کلامُفسی کاا ثبات نہیں کررہے اہلِ سُنّت کلام نفسی کاا ثبات کرر ہے ہیں اوراس کواللہ کی صفت قیدیمہ کہتے ہیں ۔اسے غیرمخلوق مانتے ہیں کیونکہ اللہ کی کوئی صفت مخلوق نہیں ہوتی ۔ چنانچہ قر آن مجید اللہ کی بعض صفت نفسی پردلیل ہے 'سب صفت نفسی پردلیل نہیں' کیونکہ صفت نفسی میں توعلوم کی کثرت ہے۔قر آن مجید بعض علوم پر یعنی بعض معانی پر جواللہ سجانہ و تعالیٰ کے علم قدیم میں یائے جاتے ہیں'ان پر دال ہے اور جو مدلول ہیں وہ صفت نفسیہ ہیں'وہ کلام قدیم ہے ۔ یعنی معتزلہ اوراہلِ سُنّت کے درمیان جومختلف فیدمسکلہ ہے اس کا خلاصہ بیہ ہے۔اس خلاصے میں محل نزاع پیہ ہے کہ صفت نفسیہ' کلام نفسی نطق نفسی کا ثبات اور عدم اثبات ۔ اہلِ سُنّت کے ہاں اس کا اثبات کیا گیا جبکہ معتزلہ کے ہاں اس کاا ثبات نہیں کیا گیا۔

### مجسمه كاموقف

ایک تیسرا گروہ ہے جس کو ہماری تاریخ میں مجسمہ اور مشبہ کہتے ہیں۔ ہر مجسم مشبہ ہے لیکن ہر مشبہ مجسم نہیں۔ تشبیہ ذرا ہلکی ہوتی ہے'اس میں آ گے بڑھتے چلے جا نمیں تو وہ تجسیم میں بدل جاتی ہے۔تشبیہ یہ ہے کہ اللہ کی بعض صفات کو یامخلوق کی بعض صفات کو اللہ کے ما نند قرار دے دیا جا تاہے۔اس میں آ گے بڑھتے چلے جا نمیں اور اللہ کو







بھی جسد قرار دے دیں جسم قرار دے دیں توبیت شبیہ اپنی آخری حدود کو پہنچ جاتی ہے جے جسیم کہتے ہیں۔ تجسیم کو مانے والے گروہ کو مجسمہ کہا جاتا ہے اور تشبیہ جوذرا بلکے درجے پررہ گیاان کو مشبہ کہتے ہیں۔ بیوہ گروہ ہیں جواہلِ سنت سے خارج ہیں۔ ان کے ہاں اللہ سجانہ وتعالیٰ کی ذات محل حوادث ہو سکتی ہے ' یعنی اللہ کی ذات میں بھی تغیر ہو سکتا ہے۔ اللہ سجانہ وتعالیٰ خود بھی اپنی ذات میں تغیر ہو سکتا ہے کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو انسانوں پر قیاس کیا اور تجسیم کے قائل ہوئے۔ ان کے ہاں اس میں کوئی مسئلہ نہیں ہے کہ اللہ کا کلام جوغیر مخلوق ہے وہ حرفی بھی ہو صوتی بھی ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم معتز لہ کے ساتھ ہیں کہ کلام تو ہوتا ہی ظاہری نطق ہے۔ کلام لفظی ہی کو جسے میں کوئی مسئلہ ہیں کہ اللہ سجانہ وتعالیٰ صوت یعنی آواز اور الفاظ سے کلام کرتا ہے۔ ہی طرح انسان الفاظ اور اصوات سے کلام کرتا ہے۔ اس کلام کی وجہ سے اگرتم کہتے ہو کہ ذات میں کلام کرتا ہے جس طرح انسان الفاظ اور اصوات سے کلام کرتا ہے۔ اس کلام کی وجہ سے اگرتم کہتے ہو کہ ذات میں کلام کرتا ہے جس طرح انسان الفاظ اور اصوات سے کلام کرتا ہے۔ اس کلام کی وجہ سے اگرتم کہتے ہو کہ ذات میں باتوں سے کوئی غرض نہیں ہے۔ اس سے بچھ بھی نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان باتوں کا اثبات کیا۔ از روئے الفاظ قر آئی:

﴿ وَكُلَّمَ اللَّهُ مُوْسَى تَكْلِيمًا ﴿ ﴾ (النساء)

''اورموسیٰ سے تو کلام کیااللہ نے جیسے کہ کلام کیا جاتا ہے۔''

اور:

﴿ وَكُلَّهَهُ رَبُّهُ لِا قَالَ رَبِّ آدِنَّ أَنْظُرُ إِلَيْكَ اللهِ (الاعراف:١٣٣)

''اوران سے کلام کیاان کے ربؓ نے 'انہوں نے درخواست کی کہاہے میرے پروردگار! مجھے یارائے نظر دے کہ میں مجھے دیکھوں''

رے بہاں جار

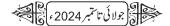
:101

﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَيرِ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللهُ إِلَّا وَحْمَا أَوْ مِنْ وَّرَآئِ جَهَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلً ﴾ (الشورى: ۵۱) ''اوركسى بشركابيه مقام نهيں كه الله اس سے كلام كرے سوائے وقى كے يا (پھروہ بات كرتا ہے) پردے كى اوٹ سے ياوہ بھيجائے كسى پيغام بُر (فرشتے)كؤ'

توتمہارا میر کہنا کہ کلام تو قدیم ہوتا ہے'وہ کس طرح سنا جائے گا' میہ باتیں سمجھنہیں آسکتیں۔ہم توسادہ می بات ما نتے ہیں کہ جس طرح ہم ایک دوسرے سے بولتے ہیں' جس طرح میں بول رہا ہوں اور آپ لوگ من رہے ہیں اور آپ کوسمجھ آرہی ہے اسی طرح اللہ سبحانہ و تعالیٰ بھی کلام فرماتے ہیں۔

## الله کی صفتِ کلام کوانسانوں کے کلام پر قیاس نہیں کیا جا سکتا

اہلِ صنّت نے کہا کہ یہ فضول باتیں نہ کہؤیہ بالکل سادہ ساتصور ہے اور وہی ہے قیاس الغائب علی الشاہد تم اللّہ سبحا نہ و تعالیٰ کو مخلوق پر قیاس کررہے ہو۔ جب ہم جان چکے ہیں کہ اللّہ سبحا نہ و تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں کسی کے ماننز نہیں ہیں ﴿لَیْسَ کَمِشْلِهٖ شَیْءٌ ﴾ (الشوریٰ:۱۱) تووہ اپنے کلام میں بھی کسی کے ماننز نہیں ہیں۔لہذا ان کا کلام یوں نہ مجھ لینا کہ وہ تمہاری طرح کے حروف اور اصوات سے مل کر بنتا ہے۔اللّٰہ کا کلام اس سے ماور ا



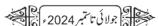




ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کلامنفسی کے بارے میں جوہم نے انسانوں کی مثال دی ہےتو یہ جان لو کہ ہم اللہ میں اس طرح کا کلام نفسی ثابت نہیں کررہے کیونکہ بیکلام نفسی بھی حادث ہوتا ہے۔اچا نک میں نے سوچنا شروع کر دیا تو پیہ کلامنفسی حادث ہے۔ ہمتہ ہیں صرف سمجھانے کے لیے بیہ بتارہے ہیں کہ کلام نفسی اور کلام لفظی میں تمہارے ہاں مجھی فُرق ہے۔بس بیفرق دکھارہے ہیں کہاللہ کے کلام کو کلام لفظی نہ مجھنا۔ باقی اس کا جو کلام نفسی ہے وہ بھی انسان کے کلامنفسی سے ماوراء ہے۔وہاں بھی کوئی تقدیم و تاخیراورسوچ بچارنہیں ہے جس طرح ہم سوچ بچار کرتے ہیں۔ ہمارے ہاںجس کوحدیث نفس کہا جا تاہے کہا ہے ہے بیٹے کر با تیں کرنا' یہی کلامنفسی ہے تو و ہاں اس طرح کی بھی کوئی بات نہیں ہے لیکن پیمثال اورتشبیہ دی ہے محض معتز لہ کو بتانے کے لیے کہ دیکھوانسان میں بھی کلام نفسی اور کلام لفظی ایک نہیں ہوتا۔ پھرمعتز لہ نے اس پرایک دلیل دی۔انہوں نے کہا کہ جبتم اپنے سے بیٹھ کر گفتگو کرتے ً ہوتب بھی الفاظ کے ساتھ ہی کررہے ہوتے ہو 'یعنی وہ معنی الفاظ اور حروف کالبادہ اوڑ ھے ہوئے ہوتے ہیں ۔ وہ الفاظ معانی مجر ذنہیں ہوتے بلکہ الفاظ کے پیرائے میں ڈھلے ہوئے ہوتے ہیں ۔اس کا جواب اہلِ سُنّت نے دیا کہ چونکہ ہم الفاظ کے ساتھ گفتگو کرنے میں بہت زیادہ مانوس ہو چکے ہیں تو ہمارے لیے بیبس ایک خلاف عادت ہے ٰ یعنی بیکوئی مستحیل بات نہیں ہے کہ ہم اپنے آپ سے الفاظ کے بغیر معانی کا بیان کر سکیں۔ باقی جہاں تک وہ مخص ہے جو بچہ ہے جس نے ابھی تک الفاظ نہیں سکھے'بات تواس کے اندر بھی ہے جووہ پہنچا تاہے ۔سب ہے بڑی مثال یہ ہے کہ جواخرس ہے' بچپین ہے اس نے کوئی لفظ نہیں سنا اور وہ بول بھی نہیں سکتا تواس کے اندر بھی کلام نفسی پایاجا تا ہے۔ بہرحال اہل سنت نے کلام نفسی کا اثبات کیا اور کلام لفظی کومخلوق کہا۔ یعنی کلام نفسی صفت قدیمہ ہے جوغیر مخلوقہ ہے۔ جہاں تک الفاظ اور اصوات ہوتے ہیں اور جہاں تک زبان ہے توبیسب باتیں مخلوق ہیں۔اس حد تک ان کامعتز لہ ہے اتفاق ہے اور صفت نفسیہ کے اثبات پراختلاف ہے۔

### قرآن كلام الله اوراس كے معانی قديم

اب یہاں سے جوبات آپ کو جھے میں آئی ہوگی اور یہی وہ بات ہے جس کے بارے میں کہا گیا کہ چونکہ جھے کئی دفعہ نہیں آتی توعوام الناس کے سامنے بیان نہیں کرنی چاہیے اور ہم نے بھی یہ بات عوام الناس کے سامنے بیان نہیں کرنی کہ جوکام النداس وقت ہمارے سامنے ہے اس میں جو حرف اور صوت ہے اس کواہلِ مُنت قدیم نہیں مانتے ۔قدیم اس کو مانتے ہیں جواس کے اندر معانی ہیں 'جواللہ کی صفت کلام ہے ۔ البتہ یہ ہیں کہہر ہے کہ یہ الفاظ اللہ کے رسول سائٹ آیا ہی جو اس کے اندر معانی ہیں 'جواللہ کی صفت کلام ہے ۔ البتہ یہ ہیں کہہر ہے کہ یہ الفاظ اللہ کے رسول سائٹ آیا ہی جو نہیں ۔ نعوذ باللہ! بلکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ نظم اور معانی دونوں اللہ کی طرف سے ہیں ۔ القور آن کلام اللہ لفظاً و معنا ۔ معنا تو وہ صفت نفیہ ہے 'لفظاً کا مطلب ہے کسی انسان نے یہ لفظ بنا کرنہیں بھیج بلکہ اللہ ہی نے اس طرح اتارا ہے ۔ یعنی الفاظ بھی اللہ نے اتارے ہیں کیکن اپنی مخلوق کی حیثیت بنا کرنہیں جھیج بلکہ اللہ بی خلوق کی حیثیت سے جبکہ کلام جواس کے اندر صفت قدیمہ یا معانی ہے وہ غیرمخلوق ہے ۔ البتہ دونوں اللہ کی طرف سے ہیں ۔ تواس میں کوئی انسانی دخل یا انسانی ہاتھ نہیں ہے بلکہ نظم (الفاظ) اور معانی دونوں اللہ کی طرف سے بازل ہو کے میں کوئی انسانی دخل یا انسانی ہاتھ نہیں ہے بلکہ نظم (الفاظ) اور معانی دونوں اللہ کی طرف سے بازل ہو کے میں کوئی انسانی دخل یا انسانی ہاتھ نہیں ہے بلکہ نظم (الفاظ) اور معانی دونوں اللہ کی طرف سے نازل ہو کے میں کوئی انسانی دخل یا انسانی ہاتھ نہیں ہو بلکہ نظم (الفاظ) اور معانی دونوں اللہ کی طرف سے نازل ہو کے ایک نظم کو انسانی دخل یا انسانی ہاتھ نہیں ہو بلکہ نظم (الفاظ) اور معانی دونوں اللہ کی طرف سے نازل ہو کے اس کو نوبوں اللہ کی طرف سے نازل ہو کے اس کو انسانی دونوں اللہ کی طرف سے نازل ہو کے اس کو نوبوں اللہ کی طرف سے نازل ہو کے اس کو نوبوں اللہ کی طرف سے نازل ہو کے نازل ہو کے نوبوں اللہ کی طرف سے نازل ہو کو نوبوں اللہ کی طرف سے نازل ہو کے نوبوں اللہ کی طرف سے نازل ہو کو نوبوں اللہ کی خوائوں کی خوائوں کو نوبوں اللہ کی خوائوں کو نوبوں کو نوبوں کی خوائوں کی کو نوبوں کو ن





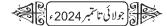


### ہیں۔اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف اہل سنت کے ہاں نہیں ہے۔اختلاف وہی ہے جتنابیان کردیا گیا۔ امام احمد بن حنبال کا موقف

عباسی خلیفہ معتصم باللہ اوراس سے پہلے امین الرشید کے زمانے میں اکثر علاء خاموش ہو گئے تھے۔احمد بن انی دعات'ایک بہت بڑےمعتزلی عالم تھ'جن کااثر ورسوخ خلفاء پر بہت زیادہ تھا۔ان کی وجہ سے دوسرے معتز لی علماءاورریاست یا خلفاء نے اعتز ال کوایک آفیشل مذہب کےطور پراختیار کرلیااورریاستی قوت سے بالجبر اس کونا فذکرنے کی کوشش کی ۔اس میں ایک مسلہ جومختلف فیہ بنا انہوں نے ایک امتحانی سوال بنایا کہ: ماذا تقول فی کلام الله؟ "الله کام کام کے بارے میں تم لوگ کیا کہتے ہو؟" جو کہتا تھا کہ المخلوق! تووہ کہتے تھے کہ ٹھیک ہے ہمارے عقیدے پرہے' تواہے چھوڑ دیتے تھے۔جونہیں مانتا تھا'اس کوسزا دی جاتی تھی۔وہ محنة تها برا برا علاء كساتها سطرح موتار باب ـ "محنة الامام احمد بن حنبل" يركتب تصنيف كي گئیں۔ چنانچہوہ کھڑے ہو گئے اورانہوں نے جودلیل اختیاری وہ پنہیں تھی بلکہوہ کہتے تھے: ایتو نبی بکتاب الله او سنة نبيه اقول به! ' ميرے ياس الله كى كتاب اوراُس كے نبى كى سنّت ميں سے كوئى شے لے آؤتوميں کہدووں گا۔''لعنی وہ اصلاً عقلی منطقی اعتبار ہے ان ہے جھگڑ ہی نہیں رہے تھے۔وہ کہتے تھے کہ سلف سے کلام الله غیرمخلوق مروی ہے توابتم مجھ سے بیہ چاہتے ہو کہ کلام الله مخلوق کہلوا لوتو میں نہیں کہوں گا۔امام احمد بن حنبل ؒ کا مسلک پیتھا کہ ہم نے عقیدے کی تفصیلات میں بھی وہیں رُک جانا ہے کہ جہاں سلف رک گئے تھے'وہاں سے آ گے نہیں بڑھنا۔ یہاں تک کہ جب ان ہے یو چھا گیا: لفظی بالقر آن مخلوق او غیر مخلوق ؟ یعنی جوہم تلاوت کرتے ہیں وہ مخلوق ہے کہ نہیں؟ وہ تو مخلوق ہونی چاہیے؟ وہ کہتے ہیں: میں پیر بھی نہیں کہتا۔ میں دونوں سوالا <mark>ت کا کوئی جواب نہیں دیتا۔ میں تو قف کرتا ہوں۔ میں ی</mark>یجی نہی*ں کہتا:* لفظی بالقر آن مخلوق 'اور میں پیر بھی نہیں کہتا: لفظی بالقر آن غیر مخلوق ۔اس طرح کے مسائل سلف اور صحابہ سے ثابت نہیں ہیں تومیں یہاں توقف کروں گااورکوئی بھی رائے اختیار نہیں کروں گا۔ بہر حال امام احمد بن حنبلٌ کا پیمسلک تھااورا حتیاط اس میں ہے خصوصاً ہم جیسے لوگوں کے لیے کہ ہم بس پیعقیدہ رکھیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام غیرمخلوق ہے اوراللہ کے کلام کی مانند کوئی کلام نہیں ہے۔اللہ سجانہ وتعالیٰ جس طرح بےمثل اور بےنظیر ہیں اسی طرح اللہ کلام تھی بےمثل اور بےنظیر ہے۔اگر جن وانس اورتمام مخلوقات جمع ہوجا نمیں تواس کلام حبیبا کلام نہیں لا سکتے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلُ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اَنْ يَّأْتُوا بِمِثْلِ لَهٰذَا الْقُرُانِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۞﴾ (بني اسرائيل)

'' آپؑ کہدد بیجیے کداگر جمع ہوجا نمیں تمام انسان اور تمام جن اس بات پر کدوہ اس قر آن کی مانند لے آئمیں تو وہنہیں لاسکیں گےاس کی ماننڈا گر چیوہ ایک دوسرے کے مدد گاربھی بن جائمیں ''







### امام احمد بن منبل اورحارث محاسبی ا

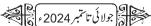
یہ امام احمد بن صنبلؒ کا مسلک ہے اور ہمیں اصلاً یہی اختیار کرنا چاہیے۔تفصیلات کو چھوڑ کے'ہم کہیں گے کہ كلام الله غير المخلوق \_جس طرح ہم بیٹھ کرعقیدہ پڑھاتے ہیں اور کہددیتے ہیں کہ معتزلہنے بیرکہاوغیرہ ٔ امام احمد بن حنبلٌ اس کے بھی قائل نہیں تھے۔ایک دفعہ حارث المحاسبیؒ جواس زمانے کے بہت بڑے بزرگ تھے'امام احدٌ کی ان سے ناراضگی ہوگئی۔ بید دونوں بغدا دمیں تھے۔امام احمہ بن صنبلؒ ان کے متعلق کوئی اچھاخیال نہیں رکھتے تھے۔امام حارث المحاسبیؒ کی کتاب''الرعایہ ''ہے جو''احیاءالعلوم'' کےمصادر میں سے ہے۔جس طرح'' قوت القلوب''ایک بڑا مصدر ہے احیاء العلوم کا'اسی طرح دوسرا سب سے بڑا مصدر''الرعایه'' ہے۔ امام حارث المحاسبی صرف صوفی نہیں بلکہ منتکلم بھی تھے اور معتز لہ کے رد میں اور اس ز مانے میں جو پچھے خیالات تھے ان کے ردّ پران کی کچھ کتا بیں اور رسا لے بھی ملتے ہیں ۔ بہر حال امام احمد بن حنبل ؑ کی ان سے ناراضگی تھی اوروہ ناراضگی کن . وجوہات پڑھی'اس بارے میں مختلف آ را ہیں'لیکن ایک قوی رائے یہ ہے کہان کا کہنا یہ تھا کہتم جب معتزلہ یا باطل فرقوں پررد کرتے ہوتو پہلے ان کے شبہات بیان کرتے ہو پھررد کرتے ہو تمہارے شبہات بیان کرنے سے مجھے خطرہ یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کو شبہ سمجھ آ جائے گا'رد سمجھ نہیں آئے گا۔ یعنی ان کے زہن میں شبہ بیٹھ جائے گااور پھر جوتم اوپر سے اپنے فلسفے حجماڑ و گے اور تقریر کر و گے اور اس شبہ کا رد کرو گے وہ ہوسکتا ہے ان کی سمجھ میں بھی نہآئے ۔لہٰذا جبتم عام کتابوں میںعوام الناس کے لیے اس طرح کی باتیں لکھ دیتے ہوتوان کے بھٹکنے کے بڑے قوی امکانات ہیں'اور ہوسکتا ہے کہ تمہارے اسے بیان کرنے سے بہت سے لوگ جنہوں نے بھی معتز لہ کا نام بھی نہ سنا ہووہ معتز لی ہو کے بیٹھ جائیں ۔وہ کہیں گے کہ معتز لہ کی بات ہمیں بڑی قوی لگ رہی ہے' پیہ توعقلی بات ہے کیونکہ''عوام الناس کے در بار میں توعقلی علمی دلائل چلتے ہیں'' (یہ جملہ طنزیہ ہے)۔ چنانچہوہ کہتے ہیں کہتم عوام الناس کواس طرح کے بکھیڑوں سے دور رکھو ۔ آج کل بھی پیمسلک ایک لحاظ سے اہم ہے ۔ یعنی کچھ باتیں علاء کے لیے ہوتی ہیں کچھ باتیں عوام الناس کے لیے ہوتی ہیں۔ ہر بات عوام الناس کو بتانے کی نہیں ہوتی۔ سوشل میڈیا کا فتنہ

آج کل اس طرح کا دور ہے کہ ہر چیز ہرایک کے لیے ہے۔ یہ سوشل میڈیا کا دور ہے۔ اس میں فیس بک پر جہاں جاہل بھی پڑھ رہا ہے عالم بھی موجود ہے' آپ ایک تحریر چھوڑ دیتے ہیں جس میں بڑے دقیق قسم کے کلامی مباحث بھی ہوتے ہیں اورادھرادھر کی باتیں بھی ہوتی ہیں ۔اسے پڑھ کرعوام الناس بھٹک بھی سکتے ہیں ۔امام احمد بن صنبل گامسلک بے قسی کہ ایسا کام نہ کرو۔ لہذاوہ بڑا احتیاط والامسلک ہے۔ یہی وہ مسلک ہے کہ جواب ہمیں سمجھ میں نہیں آسکتا اورا گرکوئی اس طرح کی بات بھی کرے گا تو ہم کہیں گے کہ بیتو آزاد کی رائے' آزاد کی فکر سمجھ میں نہیں آسکتا اورا گرکوئی اس طرح کی بات بھی کرے گا تو ہم کہیں گے کہ بیتو آزاد کی رائے' آزاد کی فکر یہ طرزعمل تھا کہ مستدعلاء بتا یا کر جے تھے کہ یہ کتا ہیں پڑھنی ہے اور یہیں پڑھنی ۔ یعنی عوام الناس کے لیے ایک بیطر زعمل تھا کہ مستدعلاء بتایا کرتے تھے کہ یہ کتا ہیں پڑھی نصاب بنایا جاتا تھا۔ انہوں نے ہر کتا بنہیں پڑھنی کہ جومرضی اٹھا کر پڑھ لواور گراہ ہوجاؤ بلکہ یہ یہ کتا ہیں پڑھو نصاب بنایا جاتا تھا۔ انہوں نے ہر کتا بنہیں پڑھنی کہ جومرضی اٹھا کر پڑھ لواور گراہ ہوجاؤ بلکہ یہ یہ کتا ہیں پڑھنی کہ جومرضی اٹھا کر پڑھ لواور گراہ ہوجاؤ بلکہ یہ یہ کتا ہیں پڑھو

67







جن میں صحیح فتم کی با تیں بیان کی گئی ہیں۔ جب تہہیں علم میں کوئی پختگی حاصل ہوجائے گی تواس کے بعدتم آگے جانا۔ اب یہ ہوتا ہے کہ علم میں پختگی نبیا دوں میں کوئی پختگی حاصل نہیں ہوتی۔ نداصول دین کاعلم ہوتا ہے نداصول فقد کاعلم ہے نددین کی گہرائی کے ساتھ سجھ بو جھ ہے اور بڑی بڑی چیزیں پڑھ دہے ہوتے ہیں۔ فلاں کی بات فقد کاعلم ہے نددین کی گہرائی کے ساتھ سجھ بو جھ ہے اور بڑی بڑی چیزیں پڑھ ان کہ یہ نہیں ہے۔ اس سے کوئی علم حاصل نہیں ہوتا۔ یعنی اپنی بنیادیں رائخ کے بغیر جہاں بھر کی چیزیں پڑھانٹر وع کر دیتے ہیں تو پھر پھی بنا میں مارائ کی دلیاں کو بڑھ کی جیزیں پڑھانٹر وع کر دیتے ہیں تو پھر پھی بنا بیں جاتا۔ نہ کوئی معیار ہوتا ہے جس پر دلائل کو پر کھ کیس۔ پہلے اپنے روایتی علوم میں گہرائی پیدا کی جائے اس کے بعد دنیا بھر کے فلیف پڑھ لیں۔ اگر ہماری گہرائی آئی ہو کہ گرامری کوئی چھوٹی می کتاب پڑھ کی وہ وہاراور چیزیں بڑھ لیں اس کے بعد کہیں کہ اب ہم مغر بی فلسفیوں کو پڑھانٹر وع کرتے ہیں اور پھر ہم مغرب کارڈ کردیں گتو اس میں رڈ پہلے بڑھ لیں اس کے بعد کہیں کہ اسلام کی دھیاں بھیری جارہی ہوئی ہیں۔ اس کے مسلمات اور قطعیات کو طنیات میں بہوتا ہے۔ یعنی اسلام کی دھیاں بھیری جارہی ہوئی ہیں۔ اس کے مسلمات اور قطعیات کو طنیات میں بہوتا ہے۔ بین اور اپنے خیال میں ساتھ احیاء اسلام بھی کررہے ہوتے ہیں۔ یہ بیانہیں کس طرح کا احیاء اسلام ہی دھی نہیں کہ وہ تے ہیں۔ وہ ہر چیز پڑھانا بھی چاہتے ہیں اور ہر چیز پڑھانے کے خلاف ہیں کیان آج کل لوگوں کو بچھی نہیں آئیں۔ وہ ہر چیز پڑھانا بھی چاہتے ہیں اور ہر چیز پڑھانے کے بیر صاف ہیں بیانا۔

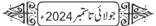
# د قائق علم اورجلائل عل<u>م</u>

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ فرما تاہے:

﴿ وَلَكِنْ كُوْنُوْا رَبُّنِهِ إِنَّ مِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتْبَ ﴾ (آل عمران ٧٩٠)

'' بلکہ (وہ تو یہی دعوت دےگا کہ )اللہ والے بن جاؤاں وجہ سے کہتم لوگوں کو کتاب کی تعلیم دیتے ہو۔''

اس میں دبانی کی تعریف حضرت عبداللہ بن عباس پھٹی نے یہ کی ہے:الذی پُرَتِی الناس بجلائل علم قبل دقائق ۔وہ لوگوں کی تربیت کرتا ہے ۔علم کے جلائل یعنی جوواضح علوم ہیں جو بنیادیں ہیں ان کو پہلے دیتا ہے پہر دقائق پر بعد میں آتا ہے ۔ دقیق با تیں بعد میں بیان کرتا ہے 'پہلے علم کی بنیادیں پختہ کرتا ہے ۔ آج کل لوگوں کا طرزعمل یہ ہوتا ہے کہ ابھی ترجمہ شروع ہوا ہے اور ترجے میں بھی آپ الحد سے پچھآگے ہی پہنچ ہوں گے توایک سوال داغ دیا جائے گا کہ وحدت الوجود کس کو کہتے ہیں؟ دقائق علم 'یعنی ان سے طہارت کے مسائل پو چھولتونہیں بتاکہ یہ سطر جہوتی ہے اور وضو کے آداب فرائض' سنن اور شرائط کیا ہیں' کیا پتانہیں ہے۔البتہ وحدت الوجود کا پتا چل جائے گا کہ اور اس سے ہمیں نجات کا پتا چل جائے نلال کشف کس کو کہتے ہیں' وغیرہ وغیرہ ۔ یہ بالکل ایک باطل منبے علمی ہے اور اس سے ہمیں نجات حاصل کرنی چاہیے ۔ پہلے پچھ علوم میں پختی کریں۔ وہ علوم آئی ہوتے ہیں۔ یعنی عالیہ میں جوعلوم مقصدیہ بین جواصل علوم ہیں' جو قرآن وحدیث ہی اس تک پہنچنے کے لیے بھی پچھام آئی جو انسٹومینٹل سائنسز ہیں ان میں بین ختی حاصل کرنی پڑے گی وگرنہ وہاں بھی نہیں پہنچ سے ۔ لہذا مقصد قرآن وحدیث ہی ہوتا ہے لیکن وہاں تک پہنچنے کے لیے بھی پچھام آئی جو انسٹومینٹل سائنسز ہیں ان میں بینچ کے لیے بھی پچھام آئی جو انسٹومینٹل سائنسز ہیں ان میں بینچ کے لیے بھی پچھام آئی جو انسٹومینٹل سائنسز ہیں ان میں بینچ کے لیے بھی پچھاکی حاصل کرنی پڑے گی وگرنہ وہاں بھی نہیں پہنچ سے ۔ لہذا مقصد قرآن وحدیث ہی ہوتا ہے لیکن وہاں تک پہنچنے کے لیے بھی پچھاکی حاصل کرنی پڑے گی وگرنہ وہاں بھی نہیں پہنچ سے ۔ لہذا مقصد قرآن وحدیث ہی ہوتا ہے لیکن وہاں تک کے بہنے کے دولیکھوں آئی وحدیث ہی ہوتا ہے لیکن وہاں تک کے بہنوانہ میں ہوتا ہے لیکن وہاں بھی نہیں بہنچ سے دلید اس مقدم آن وحدیث ہی ہوتا ہے لیکن وہاں بھی نہیں بہنچ سے لیکن اور اس مقدم تال کی سے بھو کی وگرنہ وہاں بھی نہیں بہنچ سے کیا کہ مال مقدم تال ہوتے ہیں وہوں ہو سے کہ بھوں کی دولی سے کی میں کی سے کھوں کی موام کی دولی کی موام کی کے لیے کی دولی کی موام کی کو کی کو کی موام کی کو کی کو کی کو کی کو کی کو کی کی کی کو کی کی کی کو کو کی کو کی کو کی کی کو کی کو کی کو کی کو کو کو کی کو کی کو کی کو کی کو کی کو کی کو







کے لیے آپ کو پچھ علوم چاہمیں۔ان علوم میں علم لغت 'بلاغت 'صرف' نخواصول فقہ اصول حدیث اوراصول تفسیر شامل ہیں ۔ یہ سب علوم مقاصد کے لیے ہیں۔ یہ بات ذہن میں رکھیں توامام احمد بن صنبل ؒ کے مسلک پر آپ کھڑے ہوں اوروہ مسلک بہی ہے۔بس اتن بات مانے کہ کلام الله غیر المخلوق۔اس کے بعد اللہ سجانہ وتعالیٰ کے اس قول پر تو جہ و بیجے:

﴿ اَفَبِهٰنَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمُ مُّلُهِنُونَ ﴿ ﴾ (الواقعة)

" توکیاتم لوگ اس کتاب کے بارے میں مداہنت کررہے ہو؟"

اس کا کلام اللہ ہونااور تَانْوِیْلٌ مِّن رَّتِ الْعٰلَمِیْن ہونا ثابت ہو چکا ہے۔کلامی مباحث سے بڑھ کریہ بات غور وفکر کے قابل ہے کہ میرا کلام اللہ سے کیاتعلق ہے میری قرآن مجید سے کتنی مناسبت ہے اور قرآن مجید مجھ پرکتنی تا ثیرر کھتا ہے۔ قرآن مجید پڑھ کر میں واقعی اللہ کا قرب محسوس کرتا ہوں یانہیں۔ یہ ساری با تیں غور کرنے کی بیں۔ باقی کلام اللہ کی باریکیوں میں چلے جا عین کلامی مباحث کو کھول کھول کر بیان بھی کردیں گہرائی میں اتر کر سجھ بھی کیس اور کلام اللہ کے لیے اجنبی نہ ہو۔کلام اللہ ہے ۔کلام اللہ آپ کے لیے اجنبی نہ ہو۔کلام اللہ ہے آپ کوکوئی اوٹ اور حجاب محسوس نہ ہو۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرُانَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْأَخِرَةِ جَابًا مَّسْتُورًا ﴿ ﴾ (بني اسرائيل)

مستعور ہے ہیں ہو ہے۔ ''اور جب آپ قر آن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کےاوراُن لوگوں کے درمیان جوآ خرت پرایمان نہیں رکھتے'' من

ایک مخفی پرده حاکل کردیته بین یا ۱۰ پ میساردون و دول میسارد بین برده رفت پر میان می این در این می این در این د ایک مخفی پرده حاکل کردیته بین یا ۲۰

جب آپ قر آن پڑھتے ہیں توہم آپؑ کے اورا یمان نہ رکھنے کے درمیان حجاب پیدا فرمادیتے ہیں۔ یہ جوقر آن سے حجاب ہے اس کوقر آن میں جابجا بیان کیا گیا:

﴿ وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوٰ هِمُ أَكِنَّةً أَنْ يَّفْقَهُوٰهُ ﴾ (بني اسرائيل: ٣٦)

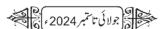
''ہم نے ایک حجاب ان کے دلوں میں ڈال دیا ہے کہ کہیں پیاسے مجھے نہ لیں۔'' :

یعن ہم نہیں چاہتے کہ بیمالی شان کلام ان گھٹیالوگوں کی سمجھ میں آجائے۔ارشاد باری تعالی ہے: ﴿ لَا يَكَسُّفَ إِلَّا الْمُطَلِّمُ وَنَ۞ ﴾ (الواقعة)

قر آن تک پینچنے کے لیے'اس کی گہرائی میں اترنے کے لیے'اس میں غوطہ زنی کے لیے اپنے آپ کو پاک صاف کیا جائے ۔ دل سے رذائل نکالے جائیں اور کلام اللہ کی عظمت کا احساس اپنے دلوں میں پیدا کیا جائے اور پھر کلام اللہ پڑھا جائے۔

تلاوت قر آن کے ظاہری و باطنی آ داب

امام غزالیؓ کی'' احیاءالعلوم'' میں سے ایک کتاب ہے جس کا نام ہے : کتاب آ داب تلاوۃ القرآن! قر آن مجید کی تلاوت کے آ داب کا بیان ۔انہوں نے اس میں دس آ داب ظاہری اور دس آ داب باطنی بیان کیے ہیں ۔اس







میں پہلا باب اما مصاحب ہمیشہ فضیلت پر قائم کرتے ہیں کہ قرآن کی فضیلت ، قرآن کی تلاوت کی فضیلت ۔ یہ
سب آپ جانتے ہیں یہ بتانے کی حاجت بھی نہیں ہے ۔ دوسرا باب انہوں نے قائم کیاجس میں آ داب ظاہرہ کا
بیان ہے۔ قاری وضو کے ساتھ ہمیشاہؤ قرآن کی تلاوت کتنی کرنی ہے بفتہ میں کتنا پڑھاجائے۔ پھریہ کہ تیل کے ساتھ
پڑھاجائے 'پڑھتے ہوئے رویاجائے۔ ای طرح فرماتے ہیں کہ آیات کا حق ادا کیاجائے 'سجدے کی آیت پرگزرے
توسجدہ کرئے عذاب والی آیت ہے تو پناہ مانگے 'جنت والی آیت ہے تو جنت کا سوال کرے۔ ای طرح اعوذ
باللہ سے شروع کرے اور بالجبر یعنی آئی بلند آ واز سے تلاوت کرے کہ کم از کم اپنے آپ کوسائی وے۔ باقیوں کو
نہ جگائے۔ صحابہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ساٹھ ایئے ہجد میں آئی آ واز سے پڑھتے تھے کہ جاگنے والاین لیتا تھا اور سونے
والا جاگا نہیں تھا۔ پھر فرماتے ہیں کہ اچھی آ واز میں یعنی ترتیل اور حسین کے ساتھ پڑھے۔ یہ ساری با تیں ظاہری
آ داب میں سے ہیں۔ ان پڑمل کرنا ضروری ہے۔ قرآن مجمد کواچھی آ واز سے پڑھنا اوراچھی آ واز سے سننا قرآن
سے مناسبت پیدا کرنے کے لیے اور قرآن سے تجاب دور کرنے کے لیے لازم ہے وگرنہ قرآن مجمد ایک جمد سے ہیں
رہتی ہے۔ اگرآپ اچھی آ واز سے سننے کا ذوق رکھتے ہیں تو اس کی دل پر تا ٹیر ہوتی ہے ، چاہے آپ ہمچھد سے ہیں
مائیس ہم در ہے۔ اگرآپ اچھی آ واز سے سننے کا ذوق رکھتے ہیں تو اس کی دل پر تا ٹیر ہوتی ہے ، چاہے آپ ہمچھد سے ہیں
یانہیں سمجھد ہے۔ اگرآپ ایکھی آ واز سے بیٹ ھے کہ تا ثیر ہوتو پھر قرآن مجد سے جاب نہیں رہتا۔

ہمیں بچوں کی تربیت کے حوالے سے اس پر خصوصی تو جدد بنی چاہیے۔اگر بجپن سے ان کے اندر مزاج پیدا کریں گے تر آن سننے کا اور پڑھنے کا اور جس اور بڑے ہز حیز سے قراء کا ان کے اندر ذوق پیدا کیا جائے تو یقینا قرآن سے ایک مناسبت پیدا ہوجاتی ہے۔ بعد میں ترجہ اور پھر حفظ کرنے میں بھی بہت آسانی ہوجاتی ہے۔ ہارے نانامحتر م ڈاکٹر اسرار احمد کو قرآن مجید کی تلاوت اچھی آواز کے ساتھ سننے کا خصوصی ذوق حاصل تھا تواللہ کے فضل سے اس میں سے پچھ حصہ ہم لوگوں کو بھی ملا اور ہیہ بہت بڑا احسان ہے اس اعتبار سے کہا گر بینہ ہوتا تو تا پھر ہے بحث فضول ہوتی ہے کہ موسیقی میں ہوتی ہوتو کہا کہ ایک اگر قرآن سننے کا ذوق ہوتو پھر ہے بحث فضول ہوتی ہے کہ موسیقی علال ہے کہ حرام اس لیے کہ آپ موسیقی من ہی نہیں پاتے قرآن مجید کے جس صوت سے آپ کی ایک مناسبت ہوجاتی ہے کہ حال بھی ہوتو نہیں سنی ۔وہ ایک اضافی بحث ہے۔ بہر حال اس طرح کا کوئی ذوق پیدا ہوجائے اور ہم بچوں میں بھی پیدا کر سکیں تو بہت اچھا ہے وگر نہ آج کل یہ ہونیس رہا۔ محصوب سے کہ پھر عرصے پہلے تک چھوٹے بچوں میں زیادہ ہوتا تھا کیکن جب سے یہ فضول چیز میں آنا شروع ہوگئی تواب واقعی وہ ذوق نہیں ہے۔ اب وہ موہ ویز دیکھ رہ بیل سے بین کی جو کہ بیل رہ جیل رہ ہوگئی تواب واقعی وہ ذوق نہیں ہے۔ اب وہ موہ ویز دیکھ رہ بیل سے بین کی میں موٹر سائیکل پیراردو بازار جا کر قرآن کی تلاوت کے بیا گران قاری صاحب کی کیسٹ وہاں سے ملے گی۔اتی ساری کیسٹس جع کی تھیں اور پھر کیسٹیس جو کی تھیں اور پھر کیسٹس جو کی تھیں اور پھر ان کواہ ہما م سے سناجا تا تھا کیونکہ اتنی مشکل سے آئیں حاصل کیا گیا ہوتا تھا۔ اب یو ٹیوب پر ہرچیز دستیاب ہے۔ کیسٹس جو کی تھیں ان کواہ ہما م سے سناجا تا تھا کیونکہ اتنی مشکل سے آئیں حاصل کیا گیا ہوتا تھا۔اب یو ٹیوب پر ہرچیز دستیاب ہے۔





ایک لحاظ سے توبڑی سہولت ہے یعنی وہ تلاوات کہ جوبڑی نادرتھیں اور ہمیں نازتھا کہ ہمارے پاس اس کی کیسٹ ہے فخر کرتے تھے اب وہ سب یوٹیوب پر آگیا۔البتہ جس تو جہ سے بیٹھ کرکیسٹ کوسنا جاتا تھااور جس طرح اس کی قدر ہوتی تھی وہ تا ثیرا بنہیں ہے۔ یوٹیوب پرسب کچھ موجو د تو ہے لیکن سال ہاسال گزرجاتے ہیں لیکن وہ معمول نہیں بنتا کہ روزانہ بیٹھ کرادب آ داب کے ساتھ تلاوت سنی جائے۔ادب آ داب اوراس طرح کی چیزیں تو یوٹیوب نے ویسے بی ختم کردی ہیں۔

# فنهم عظمت كلأم ومتكلّم

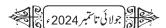
پہلا ادب باطنی ہے: ہم نے اس میں سے ایک چیز پڑھنی ہے جو کلام کی حقیقت پردلیل ہے۔ وہ کہتے ہیں: کلام کے جوآ داب باطنہ ہیں ان میں سب سے پہلی شے کلام کی حقیقت کا جاننا' کلام کی تعظیم کرنا اور پھر متکلم کی تعظیم ہے۔ کہتے ہیں:فہم عظمة الکلام! کلام کی عظمت کا ادراک کرلینا۔ وعلوہ! اوراس کے علوکا۔ وفضل الله سبحانه و تعالیٰ ولطفه بخلقه فی نزوله من عرش جلاله الی درجة افہام خلقه! اوراس بات کا ادراک کرنا کہ اللہ کا کیا لطف ہواا پنی مخلوق پر کہ اس نے اپنے جلال کے عرش سے نزول فرما یا مخلوق کو سمجھانے کے ادراک کرنا کہ اللہ کا کیا لطف ہواا پنی مخلوق پر کہ اس نے اپنے جلال کے عرش سے نزول فرما یا مخلوق کو سمجھانے کے لیے ۔ یعنی وہ کہاں اور تم کہاں! کہ درج ہیں کہ یہ اللہ کا فضل بھی کتنا بڑا ہے کہ وہ خالق جو لیس کہ شیء کو اس کل وجود کا جس وجود کی انتہا بھی ہمیں معلوم نہیں' اس کے خالق نے میر سے سے رابطہ کیا اور مجھے بتا یا کہ ہے کرو اور کرنے میں بھلائی ہے اور نہ کرنے میں نقصان۔ بہر حال وہ کہ در ہے ہیں کہ ذرااس کا ادراک انسان اور ہے کہ کا کلام ہے جودہ پڑھنے جارہا ہے۔

کہتے ہیں: فلینظر کیف لطف بخلقہ فی ایصال معانی کلامہ الذی ہو صفة قدیمة بذاتہ الی افہام خلقہ۔ اللہ کے لطف کودیکھو مہر بانی کودیکھو جواس کی مخلوق پر ہوئی کہ اس نے اپنے کلام کے معانی کو پہنچاد یا۔ وہ کلام کہ جوصفت قدیمہ ہے قائمہ بذاتہ ہے۔ الی افہام خلقہ ۔ اپنی مخلوقات کے فہموں تک پہنچاد یا۔ وکیف تجلت ملم تلک الصفة فی طی حروف و اصوات ہی صفات البشر کیے اللہ کی وہ صفت متعلی ہوگئی ان حروف اوراصوات کے پردوں میں جوصفات بشر ہیں ۔ یعنی آواز اور حرف توانسانی خواص ہیں جبکہ اللہ کی صفت قدیمہ اور کلام قدیم 'وہ کیے صفات بشر کے پردے میں جلوہ گر ہوگئی۔

کہتے ہیں: اذیعجز البشر عن الوصول الی فہم صفات الله عزوجل الا بوسیلة صفات نفسه۔ اس کی وجہ بیہ کہ انسان اللہ کی صفات کا فہم حاصل کرنے سے عاجز ہے مگرا پنی صفات کے فہم کے وسیلے سے ۔ تواپنی صفات کے فہم کے وسیلے سے خدا کی صفات کا فہم حاصل ہوتا ہے ۔ میں حرف اورصوت کے پردے کے بغیر خدا کی صفت تک نہیں پہنچ سکتا۔ اس کی اور بھی تفصیلات ہیں جوایک دوسری کتاب میں انہوں نے بیان کی بیں ۔ اب اس کے بعد کلام کی عظمت کا ادراک جو ہروفت ہمارے گھر میں موجود ہے پڑھ بھی سکتے ہیں ۔ پھر ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ گزرجا تا ہے کہ وہ کلام کھولنے کی نوبت نہیں آتی۔







فرماتے ہیں: ولو لا استتار کنه کلامه جلالة کلامه بکسرة الحروف لما ثبت سماع الکلام عرش ولا تری اگراللہ کے کلام کا جلال اور اس کی کنہ حروف کی چادروں (کسوۃ لحروف) میں چھی نہ ہوتی تواللہ کے کلام کو سننے کی تاب نہ لاتے نہ عرش نہ فرش نہ عرش نہ یا تال۔کوئی شے اللہ کے کلام کو سننے کی تاب نہیں لاسکتی کھی اگراللہ کا کلام ان حروف کے پردول اور چادر میں حصیب کرندائر تا۔ کہتے ہیں: ولتلاشی ما بینهما من عظمة سلطانه وسبحات نوره ـ اوراگر الله كاكلام بغير پردول كے أثر جا تا تو الله كى بادشاہى كى عظمت سے اوراس کے نور کی تیش سے کا ئنات کی ہر شے متلاثی ہوجاتی 'عدم کا شکار ہوجاتی ۔ کوئی شے اس کی تا ب ندا سکتی تھی۔ سبحات نوره میں اس مدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں رسول الله سائٹ ایکم نے فرمایا: ((حجابه النور)) الله كا تجاب نور ب\_ ( ( لو كشفه ) ) اگر الله اسے اٹھاد \_ ( ( لاحر قت سبحات و جهه ما انتهى الیہ بصر ہ من خلقہ )) (صحیح مسلم' حدیث ۴۵٪) تواللہ کے چبرے کی تاب تمام مخلوقات کوفنا کردے گی ۔ یمی الله کا کلام بھی ہے' کیونکہ الله کا کلام صفت قدیمہ ہے ۔ فر ما یا کہ بیحروف کے پردوں میں اتری ہے وگر نہ توآپ سنہیں سکتے تھے۔ ٹھہزنہیں سکتے تھے۔ بہر حال بیوہی کلام ہےجس کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَوۡ ٱنۡزَلۡنَا هٰذَا الْقُرُانَ عَلَى جَبَلِ لَّرَايُتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّيعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللهِ ﴿ ﴿ الحشر: ٢١)

''اگرہم اس قر آن کواُ تاردیتے کسی پہاڑ پرتوتم دیکھتے کہوہ دب جا تااور پھٹ جا تااللہ کے خوف ہے۔'' یہ قرآن جوحروف کے پردوں میں آرہاہے' پردوں میں اتر تا تب بھی پہاڑ تاب نہ لاتے۔اس سے اللہ کے نبی سالتنگیلیلم کی عظمت پر بھی علماء نے استدلال کیا کہ وہی کلام جو پہاڑ پر اتر تا تو وہ د کا د کا ہوجا تا وہی کلام:

﴿ وَإِنَّهُ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعَلَمِيْنَ ﴿ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْآمِيْنُ ﴿ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ

الْمُنْذِرِيْنَ ﴿ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ﴿ ﴾ (الشعراء)

''اوریقیناً بیر قرآن) تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے نازل کردہ ہے۔اُتر ہے ہیں اسے لے کر روح الامين (جريلِ امين عليه ) أب كودل پرتاكه آئ موجائين خرد اركرنے والوں ميں سے ـ (بيد نازل ہواہے)واضح عربی زبان میں۔''

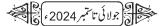
### کہدرہے ہیں:

ولولا تثبيت الله عزوجل لموسىٰ عليه السلام لما اطاق لسماع كلامه كما لم يطق الجبل مبادى تجليه حيث صار دكاً دكاً

''اگرالله تعالی موکی علیظ کو جماند بتا تو آپ اس کلام کون نه پاتے که جس طرح الله کی تجلی سے بہاڑ پاش پاش ہو گیا۔'' پھرفر ماتے ہیں:

ولا يمكن تفهيم عظمة الكلام الا بامثلة على حد فهم الخلق

''الله ك كلام كي عظمت كي تفهيم نهيل بو كتى مَرْخلوق كِ فهم كاعتبار سے يجھ مثالوں كے ذريعے'' اب اس کے بعدایک مثال بیان کرتے ہیں صرف مجھانے کے لیے کہ: ان کل حرف من کلام الله







عزوجل فی لوح محفوظ اعظم من جبل قاف الله کے کلام کام حرف لوح محفوظ میں کوہ قاف سے بڑا ہے ۔ یہ ایک تمثیل ہے ۔ اس سے یہ بھے لیجے گا کہ فریکل شے ہے ۔ پھر فر مایا: وان الملائکة علیهم السلام لو اجتمعت علی الحرف الواحد ان یقلّوہ ما اطاقوہ حتی یاتی اسرافیل فیرفعہ اگرتمام فرشتے جمع موکرایک ایک حرف الله کے کلام کا اٹھانا چاہیں تونہیں اٹھاسکتے یہاں تک کہ اسرافیل آتے ہیں تووہ اٹھا لیتے ہیں ۔ فیقلہ باذن الله عزوجل ورحمته لا بقوۃ وطاقته الله کا ان اورقوت سے وہ الله کے کلام کو اٹھانے کی قدرت رکھتے ہیں ۔ یعنی یہ صفت قدیمہ کی بات نہیں ہورہی وہ صفت قدیمہ جوح وف اور اصوات کے پردے میں اثر چکی ہے لوح محفوظ میں ۔ ﴿ بَلْ هُوَ قُوْ اَنْ هَجِینُدُ نَ فِیْ لَوْج هَنْ فَوْظِ نَ ﴾ علماء نے کہا کہ لوح محفوظ میں بھی صفت قدیمہ نہیں ہورہی وہ اور اصوات ہیں ۔ صفت قدیمہ نہیں ہورہی وہ اور اصوات ہیں ۔

### امام غزالی ؒکے کلام کی تا ثیر

اگرامام غزالیؓ کااپنا کلام پڑھاجائے تواس کے اندرایک الگ تا خیر ہوتی ہے اور جب تر جمہ کیا جائے تواس میں وہ تا ثیر باقی نہیں رہتی کیونکہ بیامام صاحب کا کلام نہیں۔امام صاحب جب بیر کتاب کھور ہے تھے تواس وقت ان کی حالت اورقبی کیفیات یقیناً ان کے قلم کے ذریعے قرطاس پر منتقل ہو گئیں۔جس نے ترجمہ کیا ہوگا تو یہ تواس کی ایک علمی حرکت ہے' وہ تر جمہ کرتے وقت امام صاحب کی قلبی کیفیات تومنتقل نہیں کرسکتا جوانہیں اپنی عظمت میں حاصل تھیں ۔للہذا چاہے آپ ترجمہ بہت ہی اچھا کر دیں'اس میں امام صاحب کاعکس نہیں آئے گا' خصوصاًان کے قلب كاعكس جوأس وقت ان كى تحرير ميں تھا۔ بير بات ميں اس ليے كہدر ہاہوں تا كەلوگ عربى سيميس ۔ جب كسى بھی بڑے عالم کوان کی اپنی اصلی زبان میں پڑھتے ہیں اور پھر جب اس کا ترجمہ پڑھتے ہیں تو زمین آسمان کا فرق ہوتا ہے ۔ کئی دفعہ معانی تو وہی ہوتے ہیں لیکن محسوس ہوتا ہے کہ تا ثیر رخصت ہوگئ وہ تا ثیرنہیں ہے اس کی \_ جیسے کلام اللہ کا بھی کوئی تر جمہ کرلیتا ہے تو تر جمہ پڑھ کے آپ کو وہ تا ثیر محسوس نہیں ہوسکتی جو کلام اللہ کو سننے اور پڑھنے میں ہے۔اسی پرقیاس کرلیں۔ امام صاحب تو پرانے آ دمی ہیں' دورِ حاضر میں سیدقطب شہید ک''فی خلال القرآن''ایک تفسیر ہے۔سیدقطب ایک اویب تھے۔مصر کے بعض علاء نے ان کے بارے میں کہا کہ سیدقطب اگراخوان المسلمون کےغلط سلط کام (جوان کے خیال میں تھے ) میں نہ پڑ جاتے توشاید مصر کے بڑے اد باء میں ان كاشار ہوجا تا \_ يعنى ان كاقلم اتناز ورآ ورتھا \_ ' في ظلال القرآن' كى تحرير كے اندرتا ثير ہے ادبيت ہے چونكہوہ واقعی قر آن کے عاشق اورمخلص تھے۔ جب ہم'' فی ظلال القرآن'' کا ترجمہ پڑھتے ہیں تووہ تا ثیرختم ہوجاتی ہے۔ لہٰذا سید قطبؓ کے خیالات اورا فکار سے اختلاف ہوتے ہوئے بھی جب آپ ان کی تفسیر پڑھتے ہیں تو تا ثیرمحسوں کیے بغیرنہیں رہ سکتے ۔ان کی اتنی قوی تا ثیر ہے ۔ان کی اپنی تحریر میں وہ تا ثیر بعد میں نہیں ملتی ۔لہٰذا جس مصنف نے جس زبان میں کتاب کھی ہے اور وہ مصنف واقعی کوئی الله والاتھا تواس کی جوللہیت اس کے کلام میں ظاہر ہوتی ہے وہ ترجمہ میں نہیں ہوتی ۔امام غزالی علیہ الرحمہ کے حوالے سے بیمعاملہ آپ بدرجہ اتم دیکھیں گے۔ بیہ کتاب اس





نوسالہ عرصے میں لکھی گئی جب وہ اللہ کے لیے اور اپنے دل کی اصلاح کے لیۓ سب کچھ چھوڑ کر'یہاں تک کہ اس وقت کی سب سے بڑی یو نیورٹی جو مدرسہ نظامیہ ہے' اس کے وہ ڈین تھے' یہ سب چھوڑ کے چلے گئے تو ان کی کیا کیفیات ہوں گے! کیاللّہیت ہوگی' کیاا خلاص ہوگا! وہ للّہیت اورا خلاص ان کے کلام میں نظر آئے گا۔لیکن جب اس کا ترجمہ کریں گے تو یقینیاً وہ باتنہیں رہے گی۔

## خالق ومخلوق میں فرق و تفاوت لامحدود ہے

وہ کہدرہے ہیں کہ بھے اور دوسرا جود جود اس میں انسان اور دوسرا جود جود آئے گاس میں انسان اور دوسرا جود جود آئے گاس میں فرق و تفاوت محدودہ جب جبکہ انسان اور اس کے خالق میں ایک لامحدود فرق و تفاوت ہے۔ کہتے ہیں: جس طرح تم بہت حکیما نہ زبان رکھتے ہوا ورتم ادیب ہوئتہ ارے اندر بہت کمال ہے زبان پرتمہیں عبور ہے لیکن پھر بھی جب تم نے اپنے کسی جانور کوکوئی بات پہنچانی ہوتی ہے تو تم اپنی فصاحت و بلاغت سے نزول کر کے اس کی سطح پر اُئر کر پچھ سٹیوں میں اور پچھ تالی بجا کر اسے کلام سمجھاتے ہیں۔ بس اسی طرح سمجھ لوکہ جس طرح تم اتنا نزول فرماتے ہوتو بلا تمثیل اور بلا تکلیف اللہ سبحانہ و تعالیٰ اور تہارے درمیان فرق و تفاوت اس فرق و تفاوت سے جو تمثیل میں ہمارے سامنے آیا 'کہیں زیادہ ہے' اور کوئی تشبیہ نہیں ہے بلا تشبیہ۔ تو کہاں اللہ کی وہ ذات تھی اور کہاں تم سے کہارا کتنا اگرام کیا ہے۔ ارشا دباری تعالیٰ ہے:

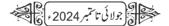
﴿ وَلَقَلُ كَرَّ مُنَا لَيْنَ اَدَمَ ﴾ (الاسراء:٧٠)
"هم نے بن آدم کی بڑی عزت کی ہے۔"

تو کتنا اکرام ہے کتنالطف ہے مہر بانی ہے شفقت کا مظاہرہ کیا ہے تمہارے او پر کہ تمہاری زبان تمہارے حروف

وسوات میں اپن صفت کلام چھپا کرتمہارے سامنے پیش کردیا۔ فرماتے ہیں کہ اس طریقے پر جب تک تم کلام کی حقیقت نہیں سبحت اور قرآن کھول کر بیٹھ جاؤ گے توشا پداللہ سبحانہ وتعالیٰ کے کلام کی عظمت کا دراک نہ کرسکو۔ اس کلام کی عظمت کا دراک نہ کرسکو۔ اس کلام کی عظمت کا دراک کرواور پھر متعلم پرغور کرو کہ وہ کون ہے بعنی جس نے یہ کلام کیا۔ تو تعظیم کلام اور تعظیم مسلم، اللہ سبحانہ وتعالیٰ ۔ یہ بہلی دوباطنی شرطیس یا آ داب ہیں قرآن مجید کی تلاوت کی۔

## صفتِ کلام کااثر قرآن مجید سے علق ہے

بہر حال بیر کلام اللہ کے حوالے سے کچھ بنیادی با تیں تھیں۔ اس میں کوشش یہی کی گئی ہے کہ کلامی مباحث تھوڑ ہے کم رہیں اور تذکیری بات زیادہ ہو' کیونکہ کلامی مباحث کئی دفعہ تا ثیر میں کچھ کی بھی کر دیتے ہیں۔ ہمارے لیے کلام اللہ ایک زندہ کتاب ہونی چاہیے۔ وہ صرف کلامی مباحث والی کتاب نہیں ہے۔ ہم ہرصفت میں دیکھ رہے تھے کہ اس کا ہمارے اندر کیا اثر ہونا چاہیے۔ صفت کلام کا اثر یہی ہے کہ قرآن سے تعلق' یعنی تعلق بالقرآن اور قرآن کی تا ثیر کو محسوس کرنا اس کی عظمت کا ادراک کرنا۔ اس صفت کلام کے اور قرآن کی تا ثیر کو محسوس کرنا 'اس کی عظمت کا ادراک کرنا۔ اس صفت کلام کے





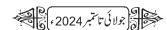


توسط سے بیسب باتیں ہمیں حاصل ہونی چاہئیں۔اگریہ حاصل ہوگئیں اورآپ کو کلام نفسی اور کلام لفظی کا فرق معلوم نہ ہوسکا تو خیر ہے' کوئی فرق نہیں پڑتا۔ پوری زندگی بھی گز رجائے اور پیفرق معلوم نَہ ہوتو کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے ۔البتہ پوری زندگی گز رجائے اور کلام اللہ سے تعلق نہ ہوتو یہ بہت بڑی بات ہے ۔ ہم سب کو یہ سو چنا چاہیے اس لیے کہ ہم سب کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ کلام اللہ ہی اصل علوم کا منبع اور سب سے بڑاعلم ہے۔رسول اس کے بعد ہم ذراا پنی تر جیجات پرغور کرلیس تو پتا چل جائے گا کہ ہمارے قول وفعل میں کافی تضاد ہے۔ یعنی بڑے بڑے لوگ اپنے ذہین بچوں کے لیے بھی اگر تر جیجات قائم کریں گے تو وہ ترجیح پینہیں ہوتی کہ بھی علوم قر آنیہ میں کوئی مہارت حاصل ہوجائے' یاعر بی زبان میں مہارت حاصل کر کے پچھسکیھ لیں اورقر آن کو بمجھ سکیں۔ یہ چیزیں ہمارے لیے ثانوی ہیں۔ ہوگا یہی کہ علوم دنیا بڑے ضروری ہیں اوراصل علم یہی ہے کیکن تم نے پیعلم حاصل کرناہے۔بالآخران ترجیحات سے پتا چل جائے گا کہ ہم جھوٹے ہیں محسوس یہ ہوتاہے کہ ہمیں قرآن کی عظمت کا ادراک نہیں ہے ۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کے سامنے ایک ہیرا اور پتھر پڑے ہوں اور آپ ہیرے کے فضائل بیان کر کے اٹھا نمیں پتھر۔ میمکن نہیں ہے۔اگر ہیرے کی حقیقی معرفت حاصل ہوتی تو ہاتھ ہیرے کی طرف ہی بڑھتا۔ میں پینہیں کہدر ہا کہ ہماراا بمان نہیں ہے لیکن ہمیں غور کرنا چاہیے کہ قر آن مجیدا وراس کے علوم پرہم کتناوقت صرف کرتے ہیں اوراس کو مجھنے میں ہم نے کتناوقت گز ارا ہے ۔ جیسے ڈ اکٹر صاحبؓ نے قر آن مجید کے حقوق والی کتاب میں بیان کیا کہ ۱۸ '۲۰ سال مختلف زبانیں اورعلوم سکھنے میں وقت گزار لیتے ہیں لیکن ا تنانہیں ہوتا کہ اللہ کے کلام کی زبان اس قدر سکھ لیس کہ بغیرتر جمہ کے سمجھ آ جائے ۔اس حوالے سےغور تیجیے ۔ ر جوع الی القرآن کورس بھی شروع ہور ہاہے ۔اپنے اعز ہ واقر با کواس میں دا خلے کی دعوت دیں۔ڈاکٹر صاحبؓ نے بیکورسز شروع کرتے وقت یہی بات بیان کی تھی کہ جود نیاوی علوم کے اعتبار سے پڑھے لکھے ہیں جبکہ دینی علوم کے حوالے سے اُن پڑھ ہیں' وہ'' پڑھے لکھے اُن پڑھ'' کی اصطلاح استعال کرتے تھے'وہ لوگ آئمیں اور قر آن

سیھیں عربی زبان سیکھیں اور بنیا دی علم حاصل کریں۔اس کے بعدا گران کومحسوں ہو کہاس علم میں وہ ترقی حاصل

کرنا چاہتے ہیں تو پھرایک بنیا وہل جائے گی آ گے بڑھتے چلے جانے کے لیے ۔اگر عربی زبان آ جائے توعلوم

قرآن حکیم کی مقدس آیات اوراحادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور دعوت وتبلغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔لہذا جن صفحات پریہ آیات درج ہیں ان کوچھے اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔







اسلامیہ کے درواز کے کھل جاتے ہیں۔

## تعارف وتبصره

تنصره نگار:احرعلیمحمودی

نام كتاب : اسلام كانظام حيات

مصنف : ڈاکٹراسراراحمد ؓ

صفحات: 264 'قیمت (اشاعت خاص 'مجلّد): 550رویے

ناشر: مكتبه خُدّامُ القرآنُ 36 كِي ما دُل ثا وَن لا ہور

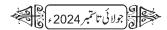
ای میل: maktaba@tanzeem.org ویب تج : maktaba@tanzeem.org

رابط: 3-301-1115348 (042)35869501-1

اسلام اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ دین ہے'جس نے انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے لیے اصول اور احکامات وضع کیے ہیں۔اس کا نظامِ حیات ایک فر دکو بھی ترقی کی راہ پر گامزن کرتا ہے اور معاشرے کو بھی۔ بید لائحیمُل اخلاقی' روحانی اور اجتماعی اعمال وافعال پرمشمل ہے جس کی بنیا دایک اللہ پر ایمان میں ہے۔

اسلام کا نظام حیات بانی شظیم اسلامی وصدرموسس مرکزی انجمن خدام القرآن محترم ڈاکٹر اسرار احمد ہیں ہے۔ کے خطابات کا ایک اہم اور خصوصی موضوع رہا ہے۔ آپ نے اپنے منفر داندازِ خطابت میں اس کے مختلف پہلوؤں کوقر آن وسُنّت کی روشنی میں اُجا گر کرنے کی بھر پورسعی کی ہے۔ آپ کا بیسفر مہینوں نہیں بلکہ کئی سالوں پر محیط ہے۔

یہ پانچ خطابات 2010ء میں ترتیب وتدوین کے مراحل ہے گزر ماہنامہ''میثاق'' کےصفحات کی زینت







بے تھے۔بعدازاںاس مربوط سلسلہ خطابات کوقارئین کے لیے کتابی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔

کتاب کا سرورق انتہائی دیدہ زیب جبکہ کمپوزنگ' پروف ریڈنگ اور طباعت بہت عمدہ ہے۔ کاغذ کا معیار بھی بہت اچھا ہے۔ یہ کتاب اسلامی تحریکات' واعظین ومربیین' تعلیمی اداروں' لائبریر بول' مکتبہ جات اور ہرگھر وفر داور خاص طوریر عمرانیات ہے۔ دلچپپی رکھنے والے افراد کے لیے یقیناً ایک خوب صورت اور لاجواب تحفہ ہے۔

(٢)

نام كتاب : سابقه اورموجوده مسلمان أمّتون كاماضي ٔ حال اورمستقبل

(زر مسلمانانِ یا کستان کی خصوصی ذ مه داری

صنف: ڈاکٹراسراراحمد ً

صفحات:180 'قیمت (اشاعت ِ خاص):400رو پے

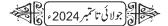
ناشر: مكتبه خُدّ امُ القرآنُ 36 كِ ما وْل يَا وَن لا مور

اس وقت اُمّتِ مُسلمہ جن حالات سے دو چار ہے وہ انتہائی پریشان کن ہیں۔ یہ کہنا ہے جانہ ہوگا کہ پورے کا پورا کفر اہلِ اسلام کوصفی ستی سے مٹانے کے لیے اُمر آیا ہے۔ اُمّتِ مُسلمہ کے خلاف کفر کی تمام ریشہ دو انیاں روزِ روثن کی طرح عیاں ہو گئ ہیں۔ تباہی و بربادی کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جا رہا۔ ہر طرف بے بس مسلمانوں کی چیخ و پکار کی صدائیں ہیں۔ نو جو انوں کے سینوں کوچھانی کیا جا رہا ہے۔ ماؤں 'بہنوں اور بیٹیوں کی عزتوں سے کھیلا جا رہا ہے۔ چاور اور چارد یواری کے تقدّس کو پا مال کیا جا رہا ہے۔ معصوم بچوں کی سسکیاں ہیں کہ کوئی انہیں دلاسادینے اور دل بہلانے والانہیں۔ انہیں گھروں سے بے گھر کیا جا رہا ہے 'پیور درکی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہیں۔ یہ سلمالہ ابھی نجانے کتنا اور باقی ہے۔

اُمّتِ مُسلمہ کی اس زبوں حالی پر در دِ دل رکھنے والا ہر دل خون کے آنسوروتا ہے کہ کہاں ہمارا وہ تا بناک ماضی کہ جس کی مثالیں دی جاتی تھیں اور کہاں یہ حالات کہ سراٹھا کر چلنا بھی دشوار ہو چکا ہے۔ ان گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بانی تنظیم اسلامی ومؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن محترم ڈاکٹر اسرارا حمد بُیاتیا ہے افکار طلوع صبح کی مانندامید کی کرنیں بھیرتے دکھائی دیتے ہیں کہ جس کے بارے میں علامہ اقبال نے فرمایا تھا: \_

کھول آئکھ' زمیں دکیھ' فلک دکیھ' فضا دکیھ مشرق سے اُبھرتے ہوئے سورج کو ذرا دکیھ!

یہ کتاب محترم ڈاکٹر اسرار احمد بھا کے اُن مضامین کا مجموعہ ہے جواپر میل 1993ء سے جولائی 1993ء کے دوران''تفکّر وتذکّر'' کے زیرِ عنوان روز نامہ''نوائے وقت'' میں شائع ہوئے تھے۔ بیہ مضامین سابقہ اور موجودہ مسلمان اُمتوں' یعنی یہود اور اُمّتِ مُسلمہ کے ماضی' حال اورمستقبل کے شمن میں محترم ڈاکٹر صاحبؓ کے







ا فکار وخیالات پرمشتمل ہیں' جس سے قارئین کو نہ صرف یہ کہ ماضی اور حال کا شعور وادراک حاصل ہوتا ہے بلکہ آنے والے دور کی ایک پُرامیداورخوبصورت تصویر بھی سامنے آتی ہے۔

کتاب کا سرورق' کمپوزنگ و پروف ریڈنگ شاندار ہے۔ ہر ہرورق ایسا ہے کہ اس سے علم وادب کا نور جھلکتا دکھائی دے۔ یہ کتاب اسلامی تحریکات' واعظین ومربیین' تغلیمی اداروں' لائبریر یویوں' مکتبہ جات' ہر گھز' ہر فر داور خاص طوریر تاریخ سے دلچیسی رکھنے والے افراد کے لیے ایک خوب صورت اور بیش بہاتحفہ ہے۔

### **(m)**

نام كتاب : ميراقبول اسلام (مِنَ الطُّلُهُتِ إِلَى النُّورِ)

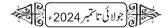
مصنف: پروفیسرغازی احمد (سابق کرش کعل)

ضخامت: 244 صفحات 'قیمت: 200روپے

ناشر: المكتبة العلمية '15 ليك رودُ لا مور

سے ایک ایسے مخص کے قبولِ اسلام کی روداد ہے جس نے سکول کی تعلیم کے دوران اسلامی تعلیمات سے متاثر ہوکر دین اسلام قبول کیا۔ والدین ہندواور خاندان خوشحال تھا۔ پچھ وقت اس نے اپنے اسلام کو خفیہ رکھا۔ جب والدین کو معلوم ہوا تو انہوں نے تشدد کی انتہا کر دی۔ باپ نے اس قدر مارا کہ وجود لہولہان ہوگیا اور بے ہوثی طاری ہوگئی۔خاندان کے بڑوں نے بہت سمجھایا۔ ہندوؤں کے بڑے بڑے لوگوں نے ابتہا می طور پراس کو مجبور کیا اور سکین نتائج کی دھمکیاں دیں۔ مگر غازی احمد نے ثابت قدمی کاحق ادا کر دیا۔ پولیس کی تحویل میں وقت گزارنا پڑا۔عدالت میں پیش ہوکر ہندوؤں کی طرف سے دائر کیے گئے مقدے کا سامنا کیا۔ ہر طرح سے دھمکا یا گیا۔ ہر ممکن سزا دی گئی۔ اس اثنا میں اسے خواب میں رسول اللہ میں ٹیاہیتہ کی زیارت ہوئی جس سے اس کا یقین مزید مضوط ہوا۔ اسلام کی سچائی ذہن میں اورزیادہ پختہ ہوگئی۔

مسلمان علمائے وین نے نہ صرف حوصلہ افزائی کی بلکہ ہر طرح مدد کرتے رہے۔مصنف کو جب ذراسکون ملا تو تعلیم کی طرف تو جہ کی۔ وہ درمیانہ درجے کا طالب علم تھا مگر قبولِ اسلام کے بعداس کی تعلیمی حالت روز بروز بیش از بیش بڑھنے گئی۔ وہ اس ساری ترقی کا سبب قبولِ اسلام کو قرار دیتا۔ نیتجناً اس نے اسلامیات عربی اور فارس کے اور گور نمنٹ ٹریننگ کالج لا ہور میں تقرری ہوگئے۔ بعد از ال پنجاب یو نیورٹی کے شعبہ اسلامیات میں کی کچرار مقرر ہوئے۔ اُس وقت علامہ علاؤ الدین صدر شعبہ تھے۔ جب بوجھال کلاں میں کالج کا قیام عمل میں آیا 'جوان کا وطن تھا تو وہاں کے لوگوں کے اصرار پر یو نیورٹی کی ملازمت ترک کر کے بوچھال کے گور نمنٹ کالج میں کی کچرار کی پوسٹ قبول کرلی۔







غازی احمد رسول الله سل نیا آینی کی محبت میں سرشار تھے۔ جج کے لیے گئے تو پہلے مدینہ منورہ میں حاضری دی۔ واپس آئے تو بلا معاوضہ دین اسلام کی تبلیغ میں لگ گئے۔ مقامی مسجد میں جمعہ کا خطبہ دینے لگے۔ وہ اس بات سے سخت پریشان تھے کہ مسلمانوں کا ایک الله اورا یک رسول ہے تاہم یوفرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ کہتے تھے کہ میرا مسلک قرآن وسنت ہے۔ پہلانام کرش لعل تھا جبکہ اسلامی نام غازی احمد اختیار کیا۔ تحقیقی ذہن کے مالک تھے۔ کتاب کے آخر میں انہوں نے ہندومت کی بے اعتدالیوں اور عیسائیت کے بے بنیا دعقا کد کا ذکر کہا ہے جبکہ اسلام کی حقانیت کو واضح کیا ہے۔

کی حقانیت کو واضح کیا ہے۔

اس کتاب کے پڑھنے سے جہاں ایمان ویقین کو جلا ملتی ہے وہاں باطل مذہب کی بے ہود گیوں سے بھی واقنیت حاصل ہوتی ہے۔مصنف کا کہنا ہے کہ میں نے بھی اپنا پیریڈ ضا کع نہیں کیا۔اس طرح زندگی بھر رزق حلال کھایا اوراپنے بچوں کو کھلا یا ہے۔ان کے بیٹے بیٹیاں بھی باعمل مسلمان ہیں۔مصنف' مسلمان بھا نیوں سے گزارش' کھایا اوراپنے بچوں کو کھلا یا ہے۔ان کے بیٹے بیٹیاں بھی باعمل مسلمان ہیں۔مصنف' مسلمان بھا کروار وائن کے خوان کے تحت استدعا کرتا ہے کہ' آ ہے ہم اسلامی طریق حیات کو اپنانے کا عہد کریں۔اپنے عقا کہ اعمال کردار فالق اور سیرت کوسنت نبوی کے سانچ میں ڈھالیں تا کہ روزِ محتر ہمیں آتا کے قدموں میں جگر لی جائے۔' افسوس کی بات ہے کہ اس قدر معلومات افز ااور ایمان تازہ کرنے والی کتاب کی کتابت شایانِ شان نہیں ہے اور رنہ بی کا غذ معیاری ہے۔اس کتاب کو معیاری کہوزنگ کے ساتھ انجھے کا غذ پر شائع کرنا چا ہے۔

ہے اور رنہ بی کا غذ معیاری ہے۔اس کتاب کو معیاری کمپوزنگ کے ساتھ انجھے کا غذ پر شائع کرنا چا ہے۔

(پر وفیسر محمد یونس جنجو مد)

### MESSAGE OF THE QUR'AN

Translation and Brief Elucidation

By Dr. Israr Ahmad

#### Surah Al-A'raf

(The Heights)

(Recap of verses 163 – 181 of Surah,7, Al-A'raf, and exposition of Verses 182 – 206 of the same Surah, inclusive)

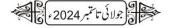
#### **Translator's note:**

For the sake of continuity and coherent explanation, most of the general discourse has been made by employing the 'male' as a prototype, which is in no way meant to be diminutive of the opposite gender or to disrespect the status of women.

Moreover, each verse (Verse) has been kept as a continuum in order to prevent the misrepresentation of meanings, which may occur when the verses are broken up and the translation of those verses becomes kaput when done in bits and pieces.

Cross-references taken from other parts of the Qur'an and the Hadith of the Messenger of Allah (SAAW) are provided in italics.

The Translation of the Holy Qur'an done by the Message International – USA (www.FreeQur'an.com) and edited by Saheeh International – UK, Dar Al Mountada – Saudi Arabia and Al Qummah – Egypt has been used in order to synchronize the use of modern English Language, which we believe will give a more accomplished sense of understanding to Today's mind.



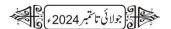




#### Recap of verses 163 - 181 (inclusive) of Surah 7, Al-A'raf

Verses 163 through 181 commence with a discourse delving into the historical chronicles of Bani Israel, post the era of Prophet Moses (AS). Allah (SWT) tasked the Israelites with observing the Sabbath, abstaining from all worldly engagements; refraining from cooking, demanding service from their slaves or cattle, and eschewing any form of labor or worldly pursuits. The whole day was sanctified for the remembrance of Allah (SWT), the study of Torah, and the worship of the Divine. However, the Israelites openly transgressed these mandates. It was a divine trial that on the weekdays, their coastal waters teemed with just enough fish to sustain them, yet on the Sabbath, fish would swarm in abundance. The people of that land got divided into three factions: the first, those who were overtly transgressing the sacred laws of Moses (AS); the second, who were silent spectators and although abstaining from transgression themselves yet failing to stop or deter others from such wrongdoing; and the third, steadfastly refraining from sin while actively admonishing and dissuading their brethren. When divine retribution befell the town, only those individuals belonging to the final category were spared, having demonstrated a profound reverence for Allah(*SWT*) and dutifully fulfilled their responsibilities.

So when they arrogantly persisted on what they were forbidden to do, Allah (*SWT*) sent his punishment and the transgressors became apes. It is then pronounced that the Jews will keep transgressing as a nation till the Day of Reckoning, except for those who are virtuous. Allah (*SWT*) subjects them to trials of both prosperity and adversity, perchance they may turn back, repenting to Allah (*SWT*). The truth is that the Jews, in their erroneous belief as Lord's chosen people, knowingly transgress, assuming they will be pardoned and spared divine punishment. The Muslims are told that from their ranks, those who steadfastly adhere to the Qur'an, clutching it firmly, and after recognizing it as the divine word of Allah (*SWT*), uphold its teachings with steadfast dedication and they ensure the establishment of prayer; they are the ones whose reward has been guaranteed in this verse. Following this, the Prophet Moses (*AS*) was imparted with the

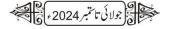






Divine Law of Allah (*SWT*) at the base of Mount Sinai. It's crucial to clarify that the Israelites, by and large, though initially hesitant, willingly entered into the covenant with Allah (*SWT*). It must be noted that just as the Israelites were bound by the covenant of Moses (*AS*), the Muslim Ummah is bound by the covenant of the Qur'an and Holy Prophet (*SAAW*). If we hold firmly to our covenant with Allah (*SWT*) and have Taqwa, only then we would become eligible for success in the Hereafter.

Starting from verse 172, all men are told that a covenant with Allah(*SWT*) is not the exclusive privilege of Israelites. In fact all human beings are bound in a covenant with Allah (SWT) and a Day will come when they will be made to answer how well they were able to observe that covenant. This covenant that occurred at the beginning of creation is of prime importance. Allah (SWT) made witness the souls of all human beings, from Adam until the Last Day, on themselves. The souls were asked: "Am I not your Lord". They all responded, "Indeed, we bear witness to it." Thus, on the Day of Judgment, they may not plead ignorance regarding this covenant. For their souls retain remembrance, and when Allah (SWT) holds them to account based on this covenant, their souls will recall. Thus on the Day of Resurrection, the Creator will awaken in humanity the recollection of the initial assembly when individuals made their covenant with Allah(SWT) and acknowledged Him as their Sole Lord. Indeed the revelations of Allah (SWT) through his Messenger (SAAW) are for the purpose of guiding people back to the truth. In this context, "Signs" denote the impressions left by knowledge of the truth upon the human heart, facilitating the recognition of what is true. "To return" signifies relinquishing rebellion and embracing obedience to Allah(SWT). The parable of the transgression of Balam ibn Ba'ura, is then mentioned as a sign for human frailty. Allah (SWT) had endowed him with miraculous abilities, known as Karamat, granted to those who are close to Him. That is for non-Prophets, as the Messengers (AS) and Prophets (AS) are bestowed with miracles, or Mujizat. However, in his moral weakness, he brazenly transgressed the boundaries he knew he should observe. Satan led him from one act of depravity to another until he fell in with those wholly under Satan's sway, devoid







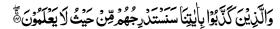
of sober judgment. Subsequently, Allah (*SWT*) likens this individual to a dog, with its protruding tongue and ceaseless drooling symbolizing insatiable greed and avarice. It is then decreed that wretched indeed are those who reject Allah's (*SWT*) revelations and Ayat (Signs), and the commandments of the Prophet (*SAAW*). Those who go astray from the Right Path are the ones destined for eternal doom. They will be the losers in the Hereafter.

All the noble and virtuous names belong to Allah (SWT). The Prophet Muhammad (SAAW) has conveyed to us ninety-nine of these names, most of which are found in the Qur'an, while some are derived from Hadith. Therefore, when supplicating to Allah (SWT), one should invoke Him through His names. As for those who blaspheme against the names of Allah (SWT), they will be held accountable for their actions and words. Their recompense will be in accordance with their deeds. Individuals are warned against the grave error of denial coupled with mockery, a stance they have taken towards the teachings of the Prophet Muhammad (SAAW). It is declared that within the Muslim Ummah there will always remain a community or a group, as the Prophet Muhammad (SAAW) foretold, that would enjoin good and forbid evil. They will be guided by truth themselves and they will guide others by the truth. Thus, at no point in human history will there be 'absolutely no one' who upholds righteousness and guide others with integrity.

\_\_\_\_\_

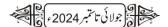
#### Exposition of verses 163 – 181 of Surah Al-A'raf

#### Verse 182



But those who deny Our signs - We will progressively lead them [to destruction] from where they do not know.

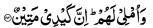
Indeed, those who disbelieve and reject the revelation on Prophet Muhammad (SWT) by Allah (SWT), Allah (SWT) shall lead them step by step towards a destruction they cannot perceive. That destruction could manifest in this world too, and will definitively befall them in the Hereafter.







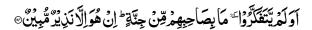
#### Verse 183



#### And I will give them time. Indeed, My plan is firm.

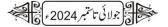
Allah (SWT) grants respite to the transgressors, yet His grasp is swift and severe. If someone chooses the wrong path, he is allowed to proceed. Thus, Allah (SWT) grants them respite so that all the evil within them may manifest, revealing their true selves. Then Allah (SWT) will recompense them with the punishment they deserve. Indeed, Allah(SWT) gives the unbelievers respite, but surely, His Plan is mighty and unassailable.

#### Verse 184



Then do they not give thought? There is in their companion [i.e., Muhammad] no madness. He is not but a clear warner.

The unbelievers and transgressors are being challenged here who do not reflect and contemplate, that the Prophet Muhmmad (SAAW) is the most lofty person ever witnessed in all senses of the word. The polytheists used to accuse that Muhammad (SAAW) was mad and unwise (May Allah SWT protect us from such utterings). However, their accusations were made out of bigotry and prejudice. They wanted to discredit the Messengers of Allah (SWT) by throwing such accusations at him. The Qur'an tells them to reflect earnestly, so that the truth could become evident to them and they could save themselves from a painful torment by submitting to Allah (SWT) and believing in the Prophet (SAAW). The prophet (SAAW) lived in the city of Makkah, so he was their 'companion'. They had known him all his life. He was a 'brother' to them, belonging to the same tribe. He was the son of Abdullah ibn Abdul Muttalib, truly one of their own. Before the advent of his prophethood, Muhammad (SAAW) was known to all the Quraysh as a man of good morals and of sound mind. However, as he started calling people to accept the Message of God, they immediately dubbed him insane. So all their accusations were appalling as well as fabricated.







#### Verse 185

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِي مَلَكُوْتِ السَّمَاوِتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللهُ مِنْ شَيْءٍ ا وَّاَنْ عَلَى اَنْ يَكُوُنَ قَدِ اقْتَرَبَ اللهُ مِنْ شَيْءٍ اوَّاَنْ عَلَى اَنْ يَكُوُنَ قَدِ اقْتَرَبَ اللهُ مِنْ شَيْءٍ اللهُ مُنَّ فَهُ مَا يَعْدُلُا يُؤْمِنُونَ اللهُ عَلَى اللهُ مِنْ شَيْءٍ اللهُ مَنْ فَا يَعْدُلُونَ فَا اللهُ عَلَى اللهُ مِنْ اللهُ مِنْ فَا يَعْدُلُونَ فَا اللهُ عَلَى اللهُ مَنْ فَا يَعْدُلُونُ فَا لَا اللهُ مِنْ اللهُ مِنْ اللهُ مَنْ اللهُ مِنْ شَيْءٍ اللهُ مَنْ مَلِي اللهُ مَنْ مَلِكُونُ مِنْ اللهُ مَنْ اللهُ مَا اللهُ مِنْ اللهُ مَنْ اللهُ مُنْ اللهُ مَا اللهُ مَا اللهُ مَا مُنْ اللهُ مَا اللهُ مِنْ اللهُ مَا اللهُ مَا اللهُ مَا اللهُ مَا اللّهُ مِنْ اللهُ مَا اللهُ مِنْ اللهُ مَا اللهُ مَا اللهُ مِنْ اللّهُ مِنْ اللهُ مَا اللهُ مَا اللهُ مَا اللّهُ مِنْ اللّهُ مَا الللهُ مَا اللهُ مَا اللّهُ مِنْ اللّهُ مَا اللّهُ مَا اللهُ م

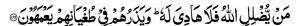
Do they not look into the realm of the heavens and the earth and everything that Allah has created and [think] that perhaps their appointed time has come near? So in what statement [i.e., message] hereafter will they believe?

The Qur'an, therefore, asks them to give serious thought to the teachings of the Prophet (SAAW) and to see if there is anything that is inconsistent with sanity, or is meaningless and irrational. Had people reflected on the order of the universe, or carefully considered even one single creation of Allah (SWT), they would have been convinced of the truth of the teachings of the Prophet (SAAW). They would have realized that whatever he said to refute polytheism, or to establish Allah's (SWT) unity or the accountability of man in the Hereafter, or about the necessity of man's surrender to Allah (SWT), was corroborated by the entire order of the universe and every single atom of Allah's (SWT) creation.

The unbelievers, ineffectual as they are, fail to understand that no one knows when he will die. For death overtakes man totally unawares. Moreover, The Hour (الساعة) may indeed be very near. At this juncture,

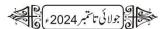
two-thirds of the Quran had already been revealed, as these are the final chapters of the Makki Surahs, and two-thirds of the Quran is comprised of these Makki revelations. This being the case, what will be the end of those who waste the time at their disposal until death or The Hour overtakes them and fail to find the direction to their salvation?

#### Verse 186



Whoever Allah sends astray – there is no guide for him. And He leaves them in their transgression, wandering blindly.

Whomsoever Allah (SWT) has declared to have gone astray, and a seal has been set upon the heart of that person, then no one can guide such







a person or lead him to the right path. Allah (*SWT*) will leave such people in their insolence and rebellion, wandering blindly. There is no compulsion to choosing the path and once someone chooses the path of rebellion and transgression, and does not have even the willingness or desire to revert to the right path, then Allah (*SWT*) that person to keep following that path.

#### Verse 187

يَسْكُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَتَّانَ مُرْسٰهَا ۗ قُلْ اِنَّهَا عِلْهُا عِنْدَ رَبِّنَ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ۖ تَقُلُتُ فِي السَّمْوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَا تَأْتِيكُمُ اِللَّا بَغْتَةً ۚ يَسْكُوْنَكَ كَانَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۖ قُلْ اِنَّهَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ وَلَكِنَّ ٱكْثَرَ السَّمْوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ لَا يَغْلَمُونَ ۗ لَا تَأْتِيكُمُ اللّهِ وَلَكِنَّ ٱكْثَرَ اللّهِ وَلَكِنَّ ٱكْثَرَ اللّهِ وَلَكِنَّ ٱكْثَرُ اللّهُ وَلَكِنَّ ٱلْثَاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴾

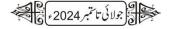
They ask you, [O Muhammad], about the Hour: when is its arrival? Say, "Its knowledge is only with my Lord. None will reveal its time except Him. It lays heavily upon the heavens and the earth. It will not come upon you except unexpectedly." They ask you as if you are familiar with it. Say, "Its knowledge is only with Allah, but most of the people do not know."

The appointed time (اجل) for an individual is the moment of their death.

The appointed time for a nation or community is when the period of respite granted by Allah (*SWT*) runs out and the final punishment in this world befalls them. The appointed time for the entire world is the Day of Judgment. The knowledge of all the aforementioned three types of appointed times is known to Allah (*SWT*) alone. The subject of this verse is the time of the advent of the Last Day, and that is known to Allah (*SWT*) alone which, in fact, is not known even to the Prophet (*SAAW*), but most people do not know this.

O Muhammad (SAW), they are asking you about the Day of Judgment, inquiring when it will come—that Hour, that appointed time.

Now they are asking about the appointed time for the entire world, the Day of Judgment. Tell them that the knowledge of the Hour is only with my Lord. No one will disclose its time except Him. It is embedded within the heavens and the earth. What does this mean? Just as my death is ubiquitous with me, with my own bodily processes







predetermined, so too is the death of the creation built into it. The time is set, and it will not come from outside but from within. Similarly, the end of this creation is fixed within the heavens and the earth and will come upon you suddenly.

They ask you as if you are eagerly searching for it. Tell them, the knowledge of the Day of Judgment is only with Allah (SWT), but most people do not know this.

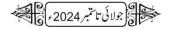
#### Verse 188

Say, "I hold not for myself [the power of] benefit or harm, except what Allah has willed. And if I knew the unseen, I could have acquired much wealth, and no harm would have touched me. I am not except a warner and a bringer of good tidings to a people who believe."

As mentioned in the previous verse, the time of the advent of the Last Day is known to Allah (SWT) alone, which, in fact, is not known even to the Prophet (SAAW). Had his knowledge encompassed everything – even things of the Unseen (غيب) and events that lie hidden in the future – he would have accumulated immense benefit and would have been able to avoid a great deal of loss owing to such foreknowledge. The line of argument used by the Quran here is a fact as well as a response to the demand of the unbelievers who were adamant that the Prophet (SAAW) should tell them about the actual time for the advent of the Last Day.

#### Verse 189

It is He who created you from one soul and created from it its mate that he might dwell in security with her. And when he [i.e., man] covers her, she carries a light burden [i.e., a pregnancy] and continues





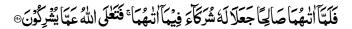


therein. And when it becomes heavy, they both invoke Allah, their Lord, "If You should give us a good [child], we will surely be among the grateful."

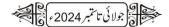
The crux and connotation of this Ayah also appeared at the beginning of this Surah. It is Allah (SWT) who created man as a single being from one soul, and from that soul, Allah (SWT) created his female mate so that he might find repose and satisfaction in her. When he covers her, she carries a light burden initially, which is not felt by the woman, nor is it apparent to others in the early stages of pregnancy. She goes about her daily life, unnoticed. However, as the pregnancy matures, the burden on the woman increases due to the growing foetus in her womb, and her physical and emotional states change, then both the husband and wife call upon Allah (SWT), saying, "If You grant us a safe, sound, and good child, we shall be among the thankful and grateful people."

In truth, this verse seeks to refute polytheism. It is devoted to highlighting the implications of the postulate which even the polytheists affirm – that it is Allah (*SWT*) Who originally created the human species. They also acknowledge that every human being owes his existence to Allah (*SWT*). Allah (*SWT*) also holds absolute power over the entire process leading to man's birth, right from the fertilization of the ovum in the uterus to its onward development in the form of a living being, then investing it with numerous faculties and ensuring its birth as a sound, healthy baby. No one has the power to prevent Allah(*SWT*), if He so willed, from causing a woman to give birth to a physically or mentally handicapped baby. This fact is also equally acknowledged by monotheists and polytheists. It is for this reason that in the final stage of pregnancy, people are inclined to turn to Allah(*SWT*) and pray for the safe birth of a sound and healthy baby.

#### Verse 190



But when He gives them a good [child], they ascribe partners to Him concerning that which He has given them. Exalted is Allah above what they associate with Him.

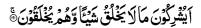






This verse continues with the theme of refuting polytheism. It is the very height of man's ignorance and folly that after a sound and healthy baby has been born as a result of Allah's (SWT) will, man begins to attribute the child's birth and well-being to other deities, and they make offerings at the altars of false gods and goddesses. Exalted is Allah (SWT) above all that they associate with Him.

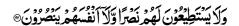
#### Verse 191



## Do they associate with Him those who create nothing and they are [themselves] created?

All deities except Allah (*SWT*) – the false gods and goddesses – have no claim to deification themselves. Do the polytheists want to associate with Allah (*SWT*) false deities, who don't create anything, while they are themselves created.

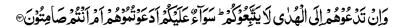
#### Verse 192



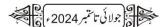
## And they [i.e., the false deities] are unable to [give] them help, nor can they help themselves.

And these false gods have no power to help them, nor can they help themselves. They cannot assist others, nor can they aid their own selves. Not only do they not have the power to guide others, they do not even have the power to follow others or even to answer the call of their devotees. When the Prophet (SAAW) himself says, "I have no power even for my own benefit or harm; it is all in the hands of Allah (SWT)," what can be said of others? Indeed, all power, authority, knowledge and control belong to Allah (SWT) alone.

#### Verse 193



And if you [believers] invite them to guidance, they will not follow you. It is all the same for you whether you invite them or you are silent.







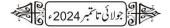
As mentioned earlier, this is one of the last Makki Surahs, and after twelve long years of Prophet Muhammad (SAAW) preaching to the polytheists of Makkah, conveying the message of Allah (SWT), and reciting the Ayat of Allah (SWT) most of them they did not pay heed. Despite their hearts testifying to the truth and their inability to meet the challenges put forth by the Qur'an, they remained arrogant and unbelievers. It was because of their arrogance and positions as chiefs that they refused to submit to Allah (SWT) and obey the Prophet (SAAW). Accepting Muhammad (SAAW) as a Prophet meant having to obey him, and their arrogance prevented them from doing so. Consequently, a seal was placed on their hearts. The Qur'an, thus, gives a damning verdict about those pagans that even if the believers keep calling them towards the right path and guidance, they will never follow the truth. They have already reached the point of no return. It is equal whether the Muslims continue calling them to the right path or remain silent.

#### Verse 194

Indeed, those you [polytheists] call upon besides Allah are servants [i.e., creations] like you. So call upon them and let them respond to you, if you should be truthful.

These are two shades of shirk. One is the manifest shirk, which is idol worshipping. The polytheists of Makkah practiced it. They claimed that these figures carved from stone were not the 'real gods and goddesses' but only symbols for meditation, representing the gods and goddesses in the heavens who are beloved of Allah (SWT). They believed that angels, whom they named Laat, Uzzah, and Manat, etc., were daughters of Allah (SWT). Thus, they carved figures and images of those false deities to meditate and reach them.

There are two aspects worth considering here: The direct presence of the idol before them and the deities they truly call upon through these idols. They know the idol itself, which they carved, can neither hear nor speak. For them it served as a medium to call upon the 'angels' or, in some cases, the departed souls of pious people, whom they held as the partners of Allah (SWT) in His Authority, Control and Knowledge.







The latter is the second kind of shirk by proxy. In essence, both the medium and the false deity called through the medium were symbols and tools of their shirk.

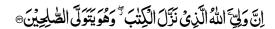
The polytheists are told that the false deities that they call upon are themselves the bondsmen and slaves of Allah (*SWT*). They too have been created by Allah (*SWT*) as His servants. So they cannot respond to their calls, proving that the polytheists are in grave error.

#### Verse 195

Do they have feet by which they walk? Or do they have hands by which they strike? Or do they have eyes by which they see? Or do they have ears by which they hear? Say, [O Muhammad], "Call your 'partners' and then conspire against me and give me no respite.

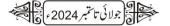
Polytheistic religions seem to have three common characteristics: (1)idols and images that are held as objects of worship; (2) some persons and spirits that are considered deities represented in the form of idols and images, etc.; and (3) certain beliefs which underlie their polytheistic rites. The Qur'an denounces all these. At this place, however, the attack is directed against the objects to which the polytheists directed their worship.

#### Verse 196



Indeed, my protector is Allah, who has sent down the Book; and He is an ally to the righteous.

This is in response to the threats held out by the polytheists to the Prophet (SAAW). They used to say to the Prophet (SAAW) that if he did not give up opposing their deities and denouncing them, he would be overwhelmed by the wrath of those deities and court utter disaster. The verse commands the Prophet (SAAW) to tell the polytheists to do whatever they can do, and that he would keep on doing whatever has been ordained by Allah (SWT). Ultimately, the outcome will be







determined by Allah (*SWT*) alone. Indeed, Allah (*SWT*) is the protector of the Prophet(*SAAW*), who has been sent with His Book and Allah (*SWT*) is the best protector. Allah (*SWT*) protects all the righteous people, and whoever comes under His protection cannot be harmed.

#### Verse 197

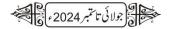
And those you call upon besides Him are unable to help you, nor can they help themselves."

As for those whom the polytheists are calling upon, whether they are angels, jinn, the souls of departed humans, idols or anything other than Allah (SWT)—they have no authority or power to help them. They cannot assist them and, indeed, they cannot even help themselves. This message is directed to all people who engage in practices of polytheism.

#### Verse 198

And if you invite them to guidance, they do not hear; and you see them looking at you while they do not see.

The message in this verse is similar to verse 193 of the Surah. The Prophet (SAAW) and His companions are being told that that even if you keep calling the polytheists of Makkah towards guidance, they will never listen to you. After twelve long years of Prophet (SAAW) preaching to the polytheists of Makkah, conveying the message of Allah (SWT), and reciting the Ayat of Allah (SWT) most of them they did not pay heed. Despite their hearts testifying to the truth and their inability to meet the challenges put forth by the Qur'an, they remained arrogant and unbelievers. It was because of their arrogance and their positions as chiefs that they refused to submit to Allah (SWT) and obey the Prophet (SAAW). Accepting Muhammad (SAAW) as a Prophet meant having to obey him, and their arrogance prevented them from doing so. Consequently, a seal was placed on their hearts. The Qur'an, thus, gives a damning verdict about those pagans that even if the believers keep calling them towards the right path and







guidance, they will never follow the truth. They have already reached the point of no return. The Prophet (SAAW) is told that while it appears as if the polytheists are looking at you, but in reality, they are not seeing. They have become spiritually blind. They are spiritually deaf and dumb. The seals have been placed on their seeing, hearing and listening, as well as their hearts.

Abu Jahl was not physically blind, nor was Abu Lahab. They had eyes, and Abu Lahab was even known for his handsome appearance. But spiritually, they were dead. They had no living soul within them; their spiritual essence was dead. They had eyes but could not see. They had ears but could not listen. Their condition was like animals, even worse as they were spiritually dead.

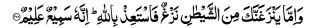
#### Verse 199

Take what is given freely, enjoin what is good, and turn away from the ignorant.

The Prophet (SAAW) and his companions are told to continue adhering to forgiveness and continue enjoining them to do right, while ignore and turn away from those who are spiritually dead.

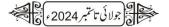
It must be noted that some important directives are addressed in verses 199 through 202 to the Prophet (SAAW) regarding how he should preach the Message of Islam and how he should guide and reform people. The object of these directives is not merely to instruct the Prophet (SAAW), but also to instruct all those who would shoulder the same responsibility after the Prophet (SAAW) till the Day of Judgement.

#### Verse 200



And if an evil suggestion comes to you from Satan, then seek refuge in Allah. Indeed, He is Hearing and Knowing.

The moment the proponent of the Islamic Message feels that he is being provoked by the excesses, mischief, and uncalled-for objections and accusation, he should realize that he is being influenced by Satan.

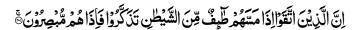






In such a situation he should immediately seek refuge with Allah (*SWT*), and restrain himself lest his impulsiveness damage his cause. The cause of Islam can be served only by those who act cool-headedly. Only those steps are appropriate which have been taken after due consideration rather than under the influence of impulse and emotion. Satan, however, is ever on the look-out for opportunities to sabotage the efforts made in the cause of Islam. He, therefore, ensures that those who are working for the Islamic cause are subjected to unjust and mischievous attacks from their opponents. The purpose underlying this is to provoke the missionaries for the cause of Islam to engage in the senseless and harmful task of mounting counter-attacks against their opponents.

#### Verse 201



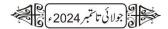
Indeed, those who fear Allah – when an impulse touches them from Satan, they remember [Him] and at once they have insight.

The appeal that Satan makes to those well-meaning, religious people is often couched in religious phraseology and is backed up by religious argument. But the fact is that those counter-attacks are undertaken merely under the impulse of man's lower self. Those who are Godfearing are always very sensitive to provocations under the impulse of Satan, and as soon as they become aware of such a provocation, they promote the best interests of the cause of truth rather than satisfy their vengeful feelings. As for those who are driven by egotistical impulses, they succumb to the promptings of Satan and are eventually set on an erroneous path. They fall victim to Satan, act virtually as his puppet, and subsequently their degradation knows no limit. They wrongly pay their opponents back in the same coin, tit for tat.

#### Verse 202



But their brothers – they [i.e., the devils] increase them in error; then they do not stop short.







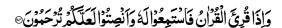
On the contrary, those who have no fear of Allah (*SWT*), who have no desire to stay away from evil and who are in harmony with the ways of Satan – the brothers of the devils from within the human beings – such people are always given to the devils and they increase in evil thoughts and wrong-doing. The devils push then into transgressions and finally lead them to the Hellfire.

#### Verse 203

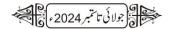
And when you, [O Muhammad], do not bring them a sign [i.e., miracle], they say, "Why have you not contrived it?" Say, "I only follow what is revealed to me from my Lord. This [Quran] is enlightenment from your Lord and guidance and mercy for a people who believe."

This question by the polytheists of Makkah was a taunt rather than a simple query. What the utterance implies is that if the claim to prophethood is genuine, it should have been supported by some miracle. This argument by the polytheists of Makkah is found in the very beginning of Surah al-Anam and we have mentioned earlier that Surah al-Anam and this Surah make a pair. The Prophet (SAAW) is commanded to tell his opponents in clear terms that he has no power to get whatever he wants. Being Allah's (SWT) Messenger, he is required to follow the directives of Allah (SWT) – the One Who has sent him and has granted him the Qur'an which has the light of guidance. The major characteristic of this Book is that those who seek guidance from it do indeed find the right way. The moral excellence visible in the lives of those people who accept the Qur'an is testimony to the fact that they have been blessed with Allah's (SWT) mercy.

#### Verse 204



So when the Quran is recited, then listen to it and pay attention that you may receive mercy.







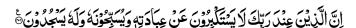
The unbelievers are told to shed their prejudice and to abandon their deliberate indifference to the Qur'an. Whenever the Qur'an is recited to them, they stuff their fingers into their ears and make a lot of noise lest they or any others hear the Qur'an. They should better behave more maturely and make an effort to grasp the teachings of the Qur'an. It is quite likely that their study of the Book would ultimately make them share with Muslims the blessings of the Qur'an. This is an excellent, subtle and heart-winning approach which simply cannot be over-praised. Those who are interested in learning the art of effective preaching can benefit immensely by pondering over this Our'anic verse.

#### Verse 205

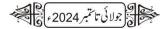
And remember your Lord within yourself in humility and in fear without being apparent in speech – in the mornings and the evenings. And do not be among the heedless.

The command to remember the Lord signifies remembrance in Prayer as well as otherwise, be it verbally or in one's mind. Again the directive to remember Allah (*SWT*) in the morning and in the evening refers to Prayer at those times as well as remembering Allah (*SWT*) at all times. The purpose of this is to emphasize constant remembrance of Allah(*SWT*). The truth is that every error and corruption, every heedlessness, stems from the fact that man tends to forget that Allah(*SWT*) is his Lord and that in his own part he is merely a servant of Allah (*SWT*) who is being tested in the world; that he will be made to render, after his death, a full account to his Lord of all his deeds.

#### Verse 206



Indeed, those who are near your Lord [i.e., the angels] are not prevented by arrogance from His worship, and they exalt Him, and to Him they prostrate.





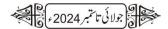


Verily, those exalted angels who are near to their Lord are never prevented by arrogance to worship Him. They are devoted servants, constantly in worship and glorification of Allah (SWT). To celebrate Allah's (SWT) praise signifies that the angels acknowledge and constantly affirm that Allah (SWT) is beyond any flaw, free from every defect, error and weakness; that He has no partner or peer; that none is like Him. They continuously prostrate before Him.

Whoever recites or hears this verse should fall in prostration as commanded by Allah (SWT), practiced by the Prophet (SWT) and his Companions, and followed by the Muslim Ummah till date.

\_\_\_\_\_

And Allah (SWT) Knows the Best!









بارت ۲ (سال دوم) برائيم د مغزات

و عربی زبان وادب اصول تفییر تفییر القرآن اصول حدیث و درس حدیث است اصول الفقه المعاملات استان عقیده (طحاویه) اصافی محاضرات

روشر میشن پیمر مضان سے شروع ہے۔ ہیڑا شرویو 02 ستبر (ان شاوالہ) 30 ستبر 2024ء (ان شاوالہ)

ا نوط : بیرون لاہور رہائٹی صرف مرد حضرات کے لئے ہاسل کی محدود سہولت موجود ہے۔ ہاسل میں پہلے آئے پہلے پائے کے اصول پر رہائش دی جاتی ہے لہذہ خواہشند حضرات پہلے سے رجسٹریشن کروالیں۔

ڈاکٹر اسراراحمد کی خدماتِ قرآنی کامرکز ۔۔ قرآن اکیڈی 136-K وسفالیڈی خدماتِ قرآنی کامرکز ۔۔ قرآن اکیڈی email:irts@tanzeem.org www.tanzeem.org

www.tanzeem.org عَرِيْنَ مُنْ الْمُورِ الْمُرَانِ لِالْمُودِ الْمِرِدِينِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ الْم مروی المِن المُن المُن المُن المُن المُن اللَّهُ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّ

